8366

راہِ حق

مصنفہ

علامہ سید مجیب الدین حسینی واصل

ناشر

دکن دار الاشاعت

کلیٹن روڈ کراچی ۵

قیمت ۵۰ نئے پیسے

مُصنّف کی دُوسری کتابیں

(۱) خیر الاشرار . . . .

(۲) اسرار الاخیار . . . .

(۳) نغمۂ راز . . . .

(۴) اربعین . . . .

(۵) ارشادِ کامل . . . .

(۶) حجت اثو و ود مسئلہ وحدۃ الوجود

(۷) ابطال الاتصال والانفصال

(۸) توجیہ التنزیہ تکملہ التنزیہ فی التشبیہ

ملنے کے پتے

احمد بک ڈپو ـ جوتا مارکیٹ کراچی

دکن دار الاشاعت کلیٹن روڈ کراچی ۵

کتابت احمد ولی الدین خوشنویس (جاوید پریس کراچی) ۱۳۸۱ ہجری

Marfat.com

سلسلۂ تصوف (۱)

مرآۃ الحق

از

سید مجیب الدین چشتی واصل

ناشر

دکن دار الاشاعت

کلیٹن روڈ کراچی ۵

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

137087

طبع اول : ... جنوری ۱۹۶۴ء
تعداد طبع : ...... ایک ہزار
طباعت : ...... جاوید پریس میکلوڈ روڈ کراچی
کتابت : ...... احمد ولی الدین خوشنویس
سائز : ...... ۲۰ × ۳۰ / ۱۶ کرنافلی پیپر
ضخامت : ...... ۷۲ صفحات
قیمت : ......

ناشر
دکن دار الاشاعت
کلینن روڈ روبرو بہادر یار جنگ اسکول کراچی

Marfat.com

عرض ناشر

حضرت سید شاہ مجیب الدین حسینی واصل قبلہ کی تصنیف
آۃ الحق ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل
ہا ہوں۔ حضرت موصوف میرے علمی استاد ہونے کے علاوہ روحانی
محترم بھی ہیں یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس کی وجہ سے موصوف کی
ت سے غایت درجہ انس رہنا اپنی قدروں پر مشتمل ہے حقیقت
کے سوا بھی ہے وہ یہ کہ موصوف کی ذات گرامی سے نہ صرف
کو بلکہ بیسیوں افراد قوم کو علمی و روحانی فائدہ پہنچارہا ہے
رت موصوف اپنے زریں ارشادات کے سوا قلمی خدمت
عوام کو فائدہ پہنچانے میں کوشاں رہے ہیں اسی سلسلہ کی
الحق ایک کڑی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح
ئے گی کہ موصوف نے آیات قرآنی اور اس کی تفاسیر کو
یث کی تطبیق کے ساتھ جس عمدگی سے پیش فرمایا ہے
ت ہی کا حصہ ہے مجرد اس کے پڑھنے ہی سے بسا مسائل
ف اور اصطلاحات صوفیہ و دقائق بیک وقت حل ہو جاتے

ہیں۔ نیز ان مضامین تصوف کو جس سلاست اور وضاحت سے پیش کیا گیا ہے وہ موصوف کی تبحر علمی و باریک بینی کا ثبوت ہیں۔ موقع بموقع سلیس اور واضح زبان میں علم منطق اور کلام کی روشنی میں "رویتِ حق تعالیٰ بیداری میں اور پھر بصارت سے" اس مسئلہ پر قلم اٹھانا متبحرین ہی کا کام ہے چنانچہ یہ کتاب بھی اسی طرز سے اس فن کی روشن دلیل ہے یہ بھی مولنٰا کی تبحر علمی کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ وجودِ باری اور اس کا قرب اس کا حصول اس پر فکر اس کا دیکھنا، حجابوں کا اُٹھنا عرفان اوست ہمہ از وست ذہمہ اوست وغیرہ وغیرہ جیسے مسائل اس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور متقدمین یعنی مولنٰا رومی و جامی کے سوائے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت بندہ نوازؒ تک متعدد بزرگوں کے اقوال و اشعار سے آیاتِ قرآنی واحادیث نبوی کو جو اس مسئلہ کے سلسلہ میں بیان ہوئے ہیں مزین کیا گیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کرام کے لئے دینی معلومات کا نادر تحفہ ہوگی اور اس سے مسلکِ صوفیہ کے سرمایہ میں ایک اضافہ ہوگا۔

عبدالرحیم شاہ
مالک دکن دارالاشاعت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مقدمہ

زیر نظر رسالہ مراۃ الحق پر مقدمہ لکھنا کم از کم میرے بس کی بات نہ تھی لیکن سیدی و والدی المحترم کے حکم کے بعد اپنی علمی بے بضاعتی کے عذر کو بھی گستاخی تصور کرتا ہوں کیونکہ میری علمی حیثیت کا ہر رخ قبلہ ممدوح کی تعلیم، تلقین اور فیضان ہی کی نسبت سے قابل ذکر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میری جانب سے سیدی کے حکم کی یہ ایک تعمیلی صورت ہے جہاں تک رسالے کے موضوع اور اسکی منزلت کا تعلق ہے وہ کم و بیش رسالے کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ رسالے کی علمی نوعیت اور طرز استدلال میں غلط تاویلات کا معمولی جزو بھی شریک نہیں۔ برخلاف اس کے اس میں ایک ایسی بھرپور حقیقت اور علم و دلیل کے وہ واضح پہلو ہیں جس سے فکر و عمل سنورتے ہیں۔

Marfat.com

رویتِ الٰہی کے موضوع پر قلم اُٹھانے کی دِقّت کو علماء بخوبی سمجھتے ہیں
بلکہ بعض اصطلاحی علماء کی دینی طبیعت پر یہ موضوع کفر و زندقہ کا مفہوم
گراں گذرے تو کچھ عجب نہیں لیکن قرآن و حدیث، اقوالِ ائمہ و علماء دینی
سوجھ بوجھ کا ایک دائرہ ہیں اور مسئلہ رویتِ الٰہی کی بنیاد ہی اسی پر رکھی گئی
اہلِ عرفان سے یہ پوشیدہ نہیں کہ "انفس و آفاق میں رویتِ الٰہی
اس رسالے کا موضوع ہے آخرت میں "دیدارِ الٰہی" کا مقدمہ ہے۔ ایسی صو
میں اس رسالے پر مقدمہ لکھنے کی ایک وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ علمِ عرفان
وہ اہلِ ذوق حضرات جن کو "رویتِ الٰہی" کے امکان میں تذبذب ہو یا مسلم
کی وہ جماعت جس کو موجودہ مکدّر مذہبی فضا دنے اس حد تک متاثر کیا ہو
وہ علمِ تصوف ہی کو اسلام کے بنیادی علوم میں شمار کرنے کے لئے تیار نہ
ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس رسالے کا ایک ایسا مقدمہ لکھا جائے
جس میں بحیثیت مجموعی علم تصوف کی اصل اور حصولِ علم تصوف کی بنیاد
اہمیت کا تقریباً ہر پہلو روشن ہو۔

چنانچہ اس سلسلے میں آج کے اس شعور کی وضاحت کرنی لازم ہو جا
ہے جو دین کے نام سے مختلف تحریکوں کے ذریعہ عام کیا جا رہا ہے اس ضمن
ان تحریکوں کی بنیادیں بھی زیرِ جائزہ آجاتی ہیں جس کے بعد موجودہ ماحو
کے متعلق عقل خود فیصلہ کرے گی۔

ہندوستان کی اسلام نما تحریکیں آج کی نام نہاد اسلام نمائش
تحریکیں جن بنیادوں پر چلائی جا رہی ہیں اس کی چھان بین ہمارے

سامنے ایک افسوسناک نتیجہ پیش کرتی ہیں۔ بالخصوص آج کی وہ تحریک جو مسلمانوں کی فکر و عمل کو خالص اسلامی طرز کی طرف دعوت دینے کا ادعاء رکھتی ہے عجیب حیرت کی بات ہے کہ وہ خود اپنی فکر و عمل میں خالصتہً غیر اسلامی اور مغربی اقوام کے غلط ارتقاد سے متاثر نظر آتی ہے یوں تو ہندوستان کی سرزمین پر اسی قبیل کی کئی تحریکوں سے مسلمانوں کو اسلامی روح اور اس کی خط و خال سے برگشتہ کرنے کی کوششیں جاری تھیں ان تحریکوں کے پروگرام اور اس کے تحت ان کا عملی جھوک نہ جانے مسلمانوں کے خالص دینی شعور کو کس طرف بہالے جاتا اگر ان تحریکوں کی مساعی کا بروقت سدباب نہ ہوتا۔ ان تحریکوں کے فیل (FAIL) ہو جانے کا بنیادی سبب تو یہی ہے کہ ہمیشہ حق کے سامنے باطل کو شکستِ فاش ہوتی رہی۔ لیکن ان سرگرمیوں کا سلسلہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہنے کا بظاہر یہ سبب بھی سامنے آتا ہے کہ ان تحریکوں کی سرکردگی ایسے افراد کے ہاتھوں میں رہی جن کو اپنے مخصوص نظریات کو شدت سے روبہ عمل لانے کے لئے کوئی ایسی مضبوط آڑ نہ مل سکی جس سے بیک وقت وہ اپنے شخصی تقدس کو بھی بچا سکیں اور غیر اسلامی نظریات کو اسلامی شعور کا بھی درجہ دے سکیں۔ چنانچہ ان تحریکوں کے سربرآوردہ حضرات نے ایک ہی نوعیت کے مسئلہ پر متضاد فتاویٰ دے کر اپنی عملی دِقّت کا ثبوت دیا ہے یعنی ان حضرات کو ایک تو یہ منظور نہیں تھا کہ علماءِ اہلسنّت کی گرفت میں آئیں اور دوسرے عام اسلامی شعور کو بدل کر اپنے مخصوص نظریات

کے تابع کرنا تھا۔ لیکن خدا جوار رحمت میں جگہ حضرت شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی کو دے کہ وہ اور اُن کے خلفاء نے ان تحریکوں پر پڑے ہوئے اسلامی پردوں کو اُٹھا کر تمام سرگرمیوں کی نوعیت کو منظرِ عام پہ لادیا۔ شاہ صاحبؒ کا یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں تھا۔ اِن کے اس کام کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس دَور کے ماحول اور تاریخ سے صحیح واقفیت کی ضرورت ہے۔ ذریٰ کیا کم ہے کہ ان کے لٹریچر نے اسلامی حدود کے سنگ میل کو نمایاں کردیا۔ اگرچہ کہ وہ تحریکیں اپنا دم توڑ چکی تھیں لیکن ان تحریکوں نے جو اپنی دعوت کے بیج ڈال دئے تھے جو دماغ اس کام کے لئے آمادہ تھے ان دماغوں میں ان بیجوں کا نشو ونما پانا کوئی مشکل بات نہ تھی نتیجتاً علمی میدان میں ایسے سرغنوں نے جنم لیا جو اپنے فکری و عملی انداز میں ائمہ و تابعین سے آزاد ہو گئے یہی وہ دور تھا جس دور کے منتشر تقاضے رفتہ رفتہ یکجا ہو کر ایک تحریک کی صورت میں آج ہمارے مذہبی شعور کو پامال کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔ اس تحریک نے اپنی پیش رو تحریکوں کی شکست کے اسباب کا جائزہ لے کر اپنے تبلیغی پروگرام میں ان اسباب کے پیدا ہونے کی کوئی گنجائش نہ رکھی نظریات کے اعتبار سے تو ان پچھلی تحریکوں کے وہی غیر اسلامی مگر ترقی یافتہ اور مغربی طرز تمدّن کا رنگ لئے ہوئے تھی۔ اس تحریک نے ائمہ و تابعین کی راہ سے مذہبی شعور کو پلٹنے کے لئے پہلا کام جو کیا وہ تھی ان کی "تنقیدیں" اس تحریک کا جذبۂ تنقید اِس جنون کی حد تک پہونچ گیا جس کی زد میں صحابہ کرامؓ بھی

لے لئے گئے اسلام کے دامن پر یہ وہ گہرا داغ ہے جو اس دور کے مدعی فرزندانِ اسلام کے ہاتھوں انجام تک پہونچا اور دوسرا خطرناک اقدام جو اس تحریک نے کیا وہ اپنے منشاء پر حدیث کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ تھا۔ اپنی مغربی طرزِ فکر کو اصول قرار دے کر حدیث کی ازسرِنو جانچ شروع کی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ائمہ حدیث کے کسی اصول کی پرواہ نہ کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر ضعیف وغریب احادیث کو صحیح وحسن کا درجہ مل گیا اسی طرح اکثر صحیح وحسن احادیث ضعیف وغریب کی فہرست میں داخل کردئے گئے اور دوسری طرف راست آنحضرتؐ کی اتباع کا دعوٰی بھی کیا جانے لگا بہرصورت شریعتوں کے مسخ کرنے کے جتنے اسباب گذشتہ قوموں میں معاون بنے تھے آج شریعتِ محمدیؐ بھی ان تمام اسباب کے درمیان گھری ہوئی نظر آرہی ہے سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ غیر اقوام کے مذہب فکر کی اتباع کرتے ہوئے مسلمانوں کی رہنمائی اور صحیح رہنمائی کا دعوٰی بھی ہے۔ ؎ کسے یقین تھا لیکن چراغِ مصطفویؐ

لگاتی آگ پھونگی جہاں میں بولہبی

بہرحال یہ تحریک مسلمانوں کے ساتھ بدخدمتی کا وہ پورا حق ادا کررہی ہے جو گذشتہ تحریکیں چاہتی تھیں۔ میری دانست میں اس تحریک کے حلقۂ دام میں مسلمانوں کے آسانی سے آجانے کے دو اہم سبب ہیں۔ ایک سبب تو یہ ہے کہ اس تحریک کی طرف سے اپنے ہمدردوں اور ہمنیالوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے ان جوان دماغوں کو فراہم

کرنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی جن کی کالج و یونیورسٹی کی زندگی نے ان کی ذہنی تربیت کو مغربی مفکرین کے حوالہ کردیا جس کے نتیجے میں اسلامی زندگی سے یہ قومی سپوت ایسے اجنبی رہے جس طرح سائنسی دنیا سے بے خبر ایک دہقان ہوسکتا ہے۔ اسی لئے ان مذہب سے ناآشنا نوجوانوں کو ہمخیال بنالینا کوئی مہم سر کرنے کے برابر نہیں۔ کیوں کہ ان کی معلومات کے تقاضے پہلے ہی سے حدیث، فقہ اور اجماع کی پابندیوں سے کچھ اکتائے ہوئے ہوتے ہیں پھر اُن کو آزاد کرنے کے لئے کوئی منظم تحریک آگے بڑھے تو ان کا لبیک کہنا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ پھر اس کے بعد اُن کو توکل، تزکیہ اور حکمت کے معنی حسب ضرورت سمجھا لینا بھی سہل ہے۔ دوسرا سبب جو اس تحریک کو قوت کے ساتھ آگے بڑھا رہا ہے اس کو "حکومت الٰہیہ" کے قیام کی جدوجہد سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا سبب ہے کہ ہر مسلمان آنکھ بند کرکے اس نظریہ کی طرف دعوت دینے والی تحریک سے وابستہ ہوجاتا ہے۔ حالانکہ "حکومت الٰہیہ" کے اصطلاحی تقدس سے سیاسی و نفسیاتی استحصال کے سوا اس تحریک نے کوئی اور کام نہ لیا۔ دینی دعوت کا جہاں تک تعلق ہے وہ فطری بنیادوں پر ہونا چاہیئے اور داعی کے یہ ضروری ہے کہ وہ انبیاء اور ائمہ کے تبلیغی نہج کو نہ ترک کرے ان کا تبلیغی طریق کار یہی رہا ہے کہ وہ منشاء الٰہی کے تحت سارے ماحول کو ڈھالنے کے لئے اُس کے فکری نظام پر اثرانداز ہوتے

Marfat.com

رہے جس کے نتیجے میں سارے معاشرہ کی فکر و عمل سے منشاء الٰہی کا اثر و نفوذ تاقائی ظاہر ہوتا تھا۔ یسلسلۂ تبلیغ انبیاء کی سنت یہی رہی ہے خواہ وہ فرد ہو یا جماعت ان میں حسنات اور سیئات کے مابین فرق کرنے کا تمیزی شعور پیدا کیا جاتا رہا۔ انبیاء کا یہی وہ تبلیغی زاویۂ نگاہ جس کے نتیجہ میں ساری انسانیت کو ایک ایسا صحیح فکری اسلوب ملا جس کے بل پر ایک جاہلانہ نظام حیات اپنی بے راہ روی سے کٹ کر فطری سطح تک اونچا ہو گیا بر خلاف اس کے کسی دور میں بھی نبوی تبلیغ نے کوئی ایسا راستہ ہموار نہیں کیا کہ جس سے اقتدار کی کنجیاں اپنے قبضہ میں آجائیں۔ اگر حکومت اور اقتداری تبلیغ اور اشاعتِ مذہب کا صحیح ذریعہ ہوتا تو جملہ انبیاء کی ساری علمی جدوجہد پہلے زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لی ہوتی۔ لیکن کسی دور کی نبوی تبلیغ کے کسی گوشہ میں بھی حصولِ اقتدار کا معمولی شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ ایسا ہوتا تو سب سے پہلے حکومتِ الٰہیہ کا قیام اور اس کا مطالبہ انبیاء کا حق تھا۔ انبیا حکومت کرنے یا اس کے بل پر دعوت کی تبلیغ کرنے نہیں آئے تھے ان کے دعوتی پروگرام میں حکومت کا تصور ایک ایسی صحتمندانہ جمہوریت تھی جو مرضیٔ الٰہی کے حدود میں رہتے ہوئے عامۃ الناس کی آرار سے آزاد نہ تھی۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئیے کہ وہ صرف مذہبی جمہوریت کا شعور پیدا کرنے آئے تھے اور یہ کام ان کے پروگرام میں سارے معاشرے کی مکمل اصلاح کے بعد کا تھا یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنے تبلیغ کے ابتدائی یا وسطی دور میں اس پر توجہ نہیں دی۔

حکومتِ الٰہیہ کی موجودہ تحریک اور پاپائیت۔ حکومتِ الٰہیہ کا نظریہ پیش کرنے والی موجودہ تحریک کا گہرا جائزہ لیتے ہوئے اسلام کے بنیادی نقطۂ نظر کو ٹٹولیئے

تاکہ اس تحریک کے سارے مثبت اور منفی پہلو اُبھر آئیں۔ اس تحریک کی مذہبی حیثیت کا بڑا حصہ گذشتہ صفحات پر سامنے آچکا ہے۔

اس عنوان میں یہ تحریک اس رُخ سے زیرِ بحث ہو جاتی ہے جو اسلام کا بنیادی نقطۂ نظر تھا۔ اس سلسلہ میں روم کے پاپائے اعظم کی اختیار کردہ تھیا کریسی بھی اس بحث کا ایک لازمی جزو بن جاتی ہے۔

حکومت الٰہیہ کے قیام کا ادعا رکھنے والی موجودہ تحریک نبوی اخلاق اور معاشرت کے کچھ اصول کو اپنی بنیاد بناتی ہے۔ حالانکہ اخلاق، عادات و خصائل کی پاکیزگی انسان کو صرف کردار کا ایک بلند مرتبہ دے سکتی ہے جس سے انسان اپنے ماحول کی بدخلقی اور جاہلانہ خصائل میں ممتاز ہو جاتا ہے چنانچہ نبوی زندگی ایسے ہی اوصاف حمیدہ و اخلاق پاکیزہ کو ایک قانون کی صورت دیتی ہے۔ اور اس قانون سے وہ معاشرہ مکلّف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس بنیادی مقصد پر لسانی اقرار و قلبی تصدیق کے ذریعہ ایمان لائے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے ختم المرسلین تک کئی انبیاء کے ذریعہ ساری انسانیت کے لئے دعوتی کلمہ قرار دیا اور یہی وہ کلمۂ توحید ہے جو ساری بنی نوع آدم کی عقل، علم و سمجھ سے اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا رہا ہے چنانچہ قرآنِ مجید میں انسان کی ان ہی صلاحیتوں کی خامی کی مذمت اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، لَا یَعْلَمُوْنَ، وَلَا یَفْقَهُوْنَ کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن نے ساری انسانیت کے واسطے یہ کلیہ بنا دیا ہے کہ وہ منشاءِ الٰہی کے ادراک کے لئے عقل، علم

اور فقہ یعنی (سمجھ) سے کام لیں اور اسی کلیہ کو ہم واقعہ کی صورت میں رسولِ اکرمؐ کے ابتدائی دورِ تبلیغ میں دیکھتے ہیں کہ جن افراد میں عقل، علم اور سمجھ کی اتنی مناسب صلاحیتیں پہلے سے تھیں کہ وہ دعوتی کلمۂ توحید کو قبول کر سکتے تھے تو ان کو نبوی تبلیغ نے چن کر سابقین اولین میں شمار کیا اور جن افراد میں عقل علم و سمجھ کو پیدا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ نبوی جد و جہد نے کام کیا وہ لوگ سابقین اولین کی صف کے بعد دوسری صف میں شمار کئے گئے۔ اسی طرح نبوی تبلیغ بالواسطہ یا بلا واسطہ ان ہی لوگوں پر اثر انداز ہو کر نتائج پیدا کرتی رہی جن میں مذکورہ صلاحیتوں کا معمولی جزو بھی تھا۔ اور وہ افراد یا جماعت جن میں وہ جوہر سرے سے نہیں پائے جاتے تھے وہ نبوی تبلیغ کے حلقۂ اثر سے ہمیشہ خارج رہے اور وہ اپنی اسی جہالت، بے علمی اور ناسمجھی پر زندگی کی آخری سانس تک قائم رہے جن کو اسلام کفار و مشرکین کے نام سے یاد کرتا ہے۔

بہر حال اللہ کا بنیادی مقصد توحید ہے اور اس دعوت کے مخاطب اہل علم اور سمجھدار اصحاب رہے ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ کلمۂ توحید بلحاظ معنویت اتنا جامع کلمہ ہے جس کے ادراک کے لئے عقل علم اور سمجھ جیسی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔

برخلاف اس کے حکومتِ الٰہیہ والی تحریک نہ کلمۂ توحید کی افہام و تفہیم کی طرف مائل ہے اور نہ اس کام کو انجام دینے کے نظریہ سے

Marfat.com

متفق ہے بلکہ توحید کے کسی بھی علم ومنشاء سے بنیادی اختلاف رکھتی ہے. چنانچہ اس تحریک کا پورا جائزہ ہمارے سامنے ایسا نقشہ پیش کرتا ہے جس میں توحید یا علمِ توحید کا کوئی خانہ نہیں. حکومتِ الٰہیہ کا نظریہ بھی ظاہر ہے اسی نقشہ کا نچوڑ ہے جو اسلامی اسپرٹ سے خالی ہے۔ البتہ اس تحریک میں وہ قانونِ حیات ہی پر پورا زور صرف کیا گیا ہے جس سے انسانی زندگی کو سابقہ پڑتا ہے مثلاً مناکحت، معاملت اور حرام وحلال اور یہ قانونِ حیات بھی اصولی طور پر اسلامی یا غیر اسلامی حیثیت رکھتا ہے یعنی مطابق شریعتِ محمدی ہے یا نہیں یہ بھی ایک مستقل موضوع ہے جس کی تشریح ان صفحات پر بخوفِ طوالت ناممکن ہے۔

یورپ کی تھیا کریسی کا نظریہ جس کو پاپائے اعظم روم نے اختیار کیا تھا وہ تھیا کریسی بھی چند مسیحی اخلاق رکھتی تھی جس کا اعتراف حکومت الٰہیہ کی تحریک کے مقتدرِ اعلیٰ نے بھی کیا ہے اور اس تھیا کریسی پر مزید یہ تنقید بھی کی ہے کہ اس میں حکومت چلانے کے لئے کوئی باضابطہ ایسا قانون نہیں تھا جو کسی وحی یا الہام سے ماخوذ ہو بلکہ ان کی حکومت کا سارا قانون ان کی اپنی ہوائے نفس سے ماخوذ تھا. تنقید کرنے والا ہمیشہ اپنے نظریات کی روشنی میں تنقید کرتا ہے اس لئے تنقید کرتے وقت اس کے بنیادی نظریات بھی سامنے آجاتے ہیں پاپائے روم کی اختیار کردہ تھیا کریسی کا قانون وحی یا الہام سے ماخوذ تھا یا نہیں اس پر تنقید کا کام بہت بعد کا ہے اور سب سے قریبی سوال یہ پیدا

Marfat.com

ہوتا ہے کہ اس تھیاکریسی کا عقیدہ توحید تھا یا نہیں ورنہ توحید کے مسخ
ہو جانے یا ترک کر دینے کے بعد وہ تھیاکریسی کا قانون وحی یا الہام سے
ماخوذ ہو بھی تو اس کو حقیقت میں عیسائی تھیاکریسی کا نام کیسے
دیا جا سکتا ہے۔ تنقید کرنے والے اس حکومتِ الٰہیہ کی تحریک کے
مقتدرِ اعلیٰ نے اس تھیاکریسی کے اعتقادی پہلو ہی کو نظر انداز کر دیا
جو انتہائی اہم تھا۔ اُن کا اس پہلو پر تنقید نہ کرنا کیا اس بات کا ثبوت
نہیں ہے کہ وہ بھی اپنی تحریک کو اس اعتقادی پہلو سے خالی پاتے ہیں۔
اس کے بعد کیا حکومتِ الٰہیہ کے نظریہ کو پاپائے اعظم روم کی تھیاکریسی
سے مانگا ہوا تخیل کہنا بے جا ہوگا۔

خاتم المرسلینؐ تک انبیاء کی بعثت کے اسباب ابتدائے آفرینش سے
خاتم النبیین تک انبیاء کی بعثت سے کوئی دور خالی نہیں رہا۔ اور
ہر نبی کی تبلیغ کا واضح اور بنیادی پہلو یہی تھا کہ وہ ساری انسانیت
کو عقیدۂ توحید پر اکٹھا کرنے کے لئے اپنی ساری جدوجہد کو وقف
کر دیتے تھے۔ اسی طرح خاتم النبیینؐ تک جملہ انبیاء کے تبلیغی کام پر بحیثیت
مجموعی نظر ڈالی جائے تو یہی منشاءِ الٰہی کی بنیاد بن کر سامنے آتا ہے کہ
نوع انسان کے دل و دماغ سے شرک کے سارے اجزاء کو جڑ سے
نکال دے اور توحید میں ان کو ایسا رنگ دے کہ شعور کی پہلی سانس
سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک ان کا ہر فعل، ہر قول اور ہر حال
وحدانیت کی سرشاری کا مظہر بنا رہے۔

ہر نبی یہی کام کو اپنی طرزِ خاص پر ہر دور میں کرتا رہا اور جب بھی کچھ لوگ اِن انبیاء کے لائے ہوئے کلمۂ توحید کو قبول کر لیتے تو ان افراد کے لئے ایسا ضابطۂ حیات (شریعت) ترتیب پاتا جس میں اس دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر مروجہ رسوم اخلاق سے اونچا اور اعلیٰ ترین کردار کا نمونہ ہوتا تھا جس پر عمل پیرا ہو کر یہ اللہ کی توحید کے علم بردار مشرکانہ ماحول میں ہر اعتبار سے ممتاز رہتے تھے۔ چنانچہ ہر نبی ختم المرسلینؐ کے دور تک اپنی انھیں مساعی کو جاری رکھا۔ لیکن ہر دور میں توحید کی دعوت کا اثر ایک مخصوص حلقہ اور متعینہ مدت تک رہا اور انبیاء کے گذر جانے کے کچھ عرصہ بعد توحید رفتہ رفتہ مسخ ہو کر تشریک میں بدل جایا کرتی تھی۔ اس سلسلے میں سارے قرائن پر غور کرنے کے دو اسباب سامنے آتے ہیں جس کی وجہ انبیاء کی تبلیغ کچھ افراد اور کچھ مدت تک اپنا اثر رکھنے کے بعد زائل ہو جاتی تھی ایک سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ انسان کا فطری ذوقِ پرستش ہمیشہ مرئی اشیاء (دکھائی دینے والی چیزیں) ہی پر یقین لا سکتا تھا چنانچہ اس کا ثبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبلیغی کام میں بہت نمایاں ملتا ہے جو ان کی قوم نے ان سے یہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً کے الفاظ کہے تھے۔ دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ کسی دور میں بھی انسانی عقل اس منزلِ ارتقاء تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ جس منزل میں دقائقِ توحید اس پر کھلتے۔ لیکن یہ ناممکن تھا یہی وجہ تھی کہ اُن کے دل میں توحید جڑ نہیں پکڑ سکتی تھی بلکہ شبہات اُن پر ہمیشہ

Marfat.com

غالب رہا کرتے تھے۔ ظاہر ہے ایمان تو اسی کا نام ہے جس کے حصول کے بعد دل و دماغ اپنے ظن و گمان کے دروازے بند کرلے۔

ایک دور ایسا بھی آتا ہے کہ انسانی عقل کا ارتقا، اس منزل پر آجاتا ہے جہاں اس میں توحید کے نازک سے نازک گوشوں کو قبول کرنے کی مناسب صلاحیت ہوتی ہے۔ یہی وہ دور ہے جس کے سارے تقاضوں کو پورا کرنے خاتم النبیین مبعوث ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس نبیٔ آخر کی بعثت بھی اس لئے ہوتی ہے کہ توحید اور اعلائے کلمۃ الحق کا وہ حق ادا کر دے جس کے لئے جملہ انبیاء آتے رہے اور ہوا بھی یہی کہ توحید اور اس کے جملہ دقائق کی تبلیغ اسی دور میں مکمل ہوگئی اور دوسری طرف انسانی فطرت کے عین مطابق ایک ایسا ضابطۂ حیات (شریعت) بھی مدون کر دیا گیا۔ جس میں قیامت تک کے ساری انسانی ضروریات کو ملحوظ رکھا گیا۔ اور سارے حکم برداران توحید کے لئے لباس تقویٰ کو بہتر لباس مقرر کیا گیا۔ جس طرح اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (پ ۸ ع ۹)

"اور تقویٰ کا لباس یہ بہتر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔"

جہاں یہ بات کامل توجہ کے قابل ہے کہ تقویٰ لباس ہے جو موزوں ہے قامت توحید کے لئے یعنی اہل توحید ہی کا لباس تقویٰ ہے اور جہاں توحید ہی نہ ہو

Marfat.com

وہاں تقویٰ کا کوئی اعتبار نہیں۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تقویٰ کی طرف دعوت ہی نہ دی جائے بلکہ توحید اور دقائقِ توحید کی تعلیم کو ہر حال میں اولیت حاصل رہنی چاہیئے جس طرح جملہ انبیاء کا عمل رہا ہے چنانچہ اسی توحیدی کلمہ کے جملہ دقائق خاتم النبیّینؐ ہی کے ذریعہ انسانی عقل میں جذب کردیئے گئے اور انہیں نعمتوں کے مکمل ہونے کی بشارت اللہ پاک اس آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کے ذریعہ دیتا ہے۔ یہی وہ منشاءِ الٰہی تھا جس کی تکمیل کے لیئے جملہ انبیاء بھیجے جاتے رہے لیکن اس کی تکمیل کی فضیلت رسولِ اکرمؐ ختم المرسلین کو دی گئی اور یہاں سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کردیا گیا کیونکہ اب انسانی شعور اس مرتبہ تک پہونچ چکا تھا۔ کہ پھر اللہ کی وحدانیت کا ہرے سے مسخ ہوجانے کا ذرہ برابر امکان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ البتہ ہر دور میں جزوی اصلاحات اور شرک خفی کے مٹانے کی ضرورت پڑتی رہی تو نبوت کی اس جانشینی کے فرائض اولیاء صوفیاء عرفاء و علماء انجام دیتے رہے۔ اس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے کہ انبیاء کی بعثت سے منشاءِ خداوندی یہی تھا کہ توحید اور دقائقِ توحید کی تبلیغ مکمل ہوجائے جس میں عرفان و احسان کے اہم ترین مفہومات تھے۔

جس مقصدِ خداوندی کی تکمیل کے لیے جملہ انبیاء آتے رہے اور بالآخر جو خاتم النبیّین کی سخت جد و جہد سے پورا ہوا اگر کسی تحریک سے اِس

Marfat.com

قصدِ خداوندی کو غیر اسلامی فلسفہ اور ویدانتی نظریہ کا نام دیا جائے۔
وراِس کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو کیا یہ اقدام منشاءِ الٰہی کو چیلنج
نے کی جرأت بے جا نہیں ہے۔ ایسی تمام کاوشوں کے متعلق خدائی
مان کس قدر فیصلہ کُن ہے۔

یُرِیدُوْنَ لِیُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ
وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝ (پ ۲ صف)

قائقِ توحید کا دوسرا نام تصوّف

علماءِ متقدمین نے دقائقِ حید کو ہی تصوف کا نام دیا ہے اور قرآن و حدیث نے حکمت، تزکیہ اور سان کے نام سے وہی مفہوم ظاہر کیا ہے۔ بہرحال صرف ناموں کے اختلاف ے علوم کو غیر قرآنی کہنا ایک کھلی تنگ نظری ہوگی۔ ایک عرصۂ دراز سے فظ تصوف اور صوفی کی اصل پر غور کیا جا رہا ہے اگرچہ صوفیاءِ متقدمین ے اس سلسلہ میں بڑی معقول بحثوں سے سمجھانے کی کوشش کی ہے اس کے وجود چونکہ ہر دور ابنِ تیمیہ جیسا محقق پیدا کرتا رہا ہے جس کی وجہ ہمیشہ صوف دشمنی کے زیرِ اثر اس کے خلاف مواد فراہم کرنے کی کوششیں جاری یں۔ چنانچہ ہر دور میں لفظ "صوفی" پر ایک ہی بندھے ہوئے نظریہ کے ت ریسرچ کرنے والی نظریں یونانی الفاظ "فلاسوفی" اور "تھیاسوفی" کر ٹھہر گئیں اور لفظ "صوفی" کو فلاسوفی یا تھیاسوفی کی ایک بگڑی ی صورت سمجھ لیا اور یہیں سے ان کی اس تحقیق سے پیدا شدہ ایقان نے صوفی کے لفظ کے ساتھ صوفیانہ علوم و مسلک کو بھی یونانی فلسفہ سے

Marfat.com

ماخوذ سمجھنے کا حق دے دیا۔ حالانکہ اس مکتبِ خیال کے افراد اگر صاف
دماغی سے کام لئے ہوتے تو مذکورہ صورت میں صوفیانہ علوم و مسلک ک
کتاب و سنّت سے مطابقت کرنے کے بعد صحیح فیصلہ کر سکتے تھے۔

اس سلسلہ میں تحقیق کا صحیح حق تو جب ادا ہوتا کہ رسولِ اکرم کے اقوال ا
ور احوال کا گہرا مطالعہ کیا جاتا اور اس کے بعد علوم تصوف کے اصول رسول
کی حیاتِ طیبہ کے کسی بھی رُخ سے واضح نہ ہوتے تو یقیناً علومِ تصوّف کو غیر اس
فلسفہ یا علم کہنے میں کسی بھی احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں اگر ان اص
ثبوت آنحضرتؐ سے ملتا ہو تو پھر وہ وسائل کہ جن سے یہ ثبوت ہم کو ملا ہے صحیح
غیر صحیح ہونے کے تذبذب کو ایک قطعی فیصلہ کی صورت دینے کے لئے ایک آخر
اور محفوظ دلیل جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قرآن ہے جو اسلامی اور غیر اسلامی عل
عمل پرکھنے کی وہ کسوٹی ہے جس کے فیصلہ کا منکر ہمارا مخاطب کلام نہیں ر

رسولِ اکرم کی تبلیغی زندگی کو قریب سے دیکھنے کے لئے آنحضرت
ابتدائی دور سے آخری وقت تک کے سارے حالات کے نشیب و فرا
کے معمولی جزو کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کیونکہ آنحضرتؐ کی حکمتِ عم
کے مزاج کو سمجھنے کے لئے اس وقت کے خاص حالات اور ماحول
اچھی طرح سامنے رہنا ضروری ہے۔ آنحضرتؐ کی ابتدائی تبلیغ کے حو
کو سامنے رکھکر ان دو واقعات کی طرف آیئے تو معلوم ہو جائے گا
نبوت یا فرائض نبوت کو انجام دینے والی شخصیتوں کو اپنے ارد گرد
جاہلانہ ماحول میں تبلیغ حق کے لئے کس حد تک وقت کے تقاضوں

...ظر رکھنا پڑتا ہے۔

جب حضرت ابوذر غفاریؓ ایمان لاتے ہیں تو آنحضرتؐ ان کو ...نے قبیلے کی طرف واپس چلے جانے کے لئے کہتے ہیں اور جب غفاریؓ ...مۂ توحید کو کفار و مشرکین کے سامنے جاکر باواز بلند پڑھنے کی خواہش ...ہر فرماتے ہیں تو حضور اکرمؐ منع فرماتے ہیں۔ اس واقعہ سے کوئی کیا یہ ...سکتا ہے کہ آپ کلمۂ توحید کو کفار و مشرکین کے سامنے پڑھنے سے حضرت ...ذرؓ کو روکا تھا تو کیا قیامت تک ہر دور کے لئے اس کو اصول بنا کر ...ں پر کار بند رہنا درست ہوگا؟ اور یہ جانتے ہوئے کہ سرکار خاتم النبین ...کر بھیجے گئے تھے اور آپ کی بعثت ہی اسی لئے ہوئی تھی کہ سارے ...ۂ ارض پر کلمۂ توحید کا بول بالا ہو جائے۔

اس دوسرے واقعہ پر بھی نظر ڈالیے کہ ایک مرتبہ کفار و مشرکین نے ...ر بن یاسرؓ کو پکڑ کر کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا تھا تو آپ نے طوعاً و کرہاً کہدیا ...رسید ہے آنحضرت کے پاس آکر سارا حال سنا دیا آپؐ نے پوچھا ...ے عمارؓ تیرے دل کی حالت بیان کر جس کے جواب میں حضرت عمارؓ ...کہا تھا یا رسول اللہ میرے دل میں جیسا پہلے ایمان تھا ایسا ہی ہے ...ان کے معاملے میں میرے دل کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا تو یہ ...کر آپؐ نے فرمایا اے عمارؓ کچھ پروانہ کر اگر پھر وہ لوگ تجھے پکڑ کر ...ہی کہنے پر مجبور کریں تو کہدے۔ رسول اکرمؐ کا کلمۂ کفر کہنے کی حضرت ...ر کو اجازت دے دینا کس وجہ سے صحیح تھا کیا کوئی ایسا شخص سمجھ

Marfat.com

لے سکتا ہے جو صرف فتح مکہ کے بعد کے واقعات ہی پر اپنی نظریں مرکوز کر چکا ہو۔ دراصل اس قسم کے واقعات سے اس حکمتِ عملی پر روشنی پڑتی ہے جو منصب رسالت کے لئے ہر دور میں لازم رہی ہے۔

چونکہ ہر دور اپنے کچھ تقاضے رکھتا ہے جس کا لحاظ مناسب حد تک ہر نبی اور رسول کو کرنا پڑا اسی طرح رسولِ اکرمؐ جن کو خاتم النبیین ہونے کا اعزاز دیا گیا تھا ان کو اس قسم کی حکمتِ عملی سے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے زیادہ کام لینا پڑا۔ آنحضرتؐ جس طرح اپنے دور کے نشیب و فراز سے واقف تھے اور اپنے ماحول کے ذہن و فکر کے مطابق کرنے کی اعلیٰ ترین بصیرت رکھتے تھے اسی طرح قیامت تک ہر ماحول کے ذہن و فکر کی بصیرت آپ کو حاصل تھی۔ چنانچہ آپ نے بعض علوم مصلحتِ وقت کے پیش نظر اپنے خاص حلقۂ اصحاب ہی کو سرفراز فرمایا اس کا ثبوت ہم کو احادیث سے ملتا ہے۔ اور وہ کیا مصلحت تھی جس کی وجہ آپ نے بعض علوم صرف خاص صحابہؓ تک محدود رکھا اس کو آپؐ ہی کی اس حدیث سے سمجھئے، حضرت ابن زبیرؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر تیری قوم یعنی قریش نومسلم نہ ہوتے' ابن زبیرؓ نے کہا کفر کا زمانہ ابھی نہ گذرا ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس میں دو دروازے لگاتا ایک دروازے میں سے لوگ اندر جاتے اور ایک دروازے سے باہر نکلتے چنانچہ ابن زبیرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں کعبہ کی تعمیر آنحضرتؐ کی مرضی کے ہی مطابق کی۔ مذکورہ واقعہ سے یہ سمجھنے میں دشواری نہیں

137087

Marfat.com

رہتی کہ بعض امور کو آنحضرتؐ نے مصلحت وقت کے پیش نظر اپنے بعد کے افراد کے تفویض کردیا۔ بالکل اسی طرح علوم باطن کی تبلیغ بھی رسول اکرم نے اپنے بعض خاص اصحابؓ کے ذمہ کردیا اور اس کے بعد ہر دور میں آپ کی اُمت میں ایسے محققین پیدا ہوتے رہے جو آپؐ کے تبلیغی اشارات میں غواصی سے کام لے کر آپ کے منشار کے مطابق علوم کے دریا بہادئے چنانچہ اس سلسلہ میں امام عبدالکریم بن ہوازن قشیریؒ کی ہی ایک مثال لیجئے جنھوں نے اپنے رسالہ قشیریہ میں فنا۔ بقا۔ قبض و بسط حال۔ وجد۔ وجود۔ جمع۔ تفرقہ۔ صحو و سُکر۔ تجلی۔ مکاشفہ۔ شریعت اور حقیقت وغیرہ پر معرکتہ الآرا بحثیں لکھیں۔ بظاہر یہ اصطلاحات عام علماء کے دائرہ فکر سے خارج تھے۔ اس لئے وہ علوم باطن ہی سے انکار کر بیٹھے۔ حالانکہ یہ علماء علمائے باطن کے تقویٰ و طہارت کو اپنے سے بہتر پاتے تھے اور یہ بھی دیکھتے تھے کہ یہ صوفیاء شریعت محمدی پر شدت کے ساتھ اپنی زندگی کی آخری سانس تک پابند رہے۔ بہر حال ان علوم باطن کے اصول رسول اللہ کی جامع زندگی کے گہرے مطالعہ کے بعد سامنے آجاتے ہیں۔

اُن احادیث کی طرف آیئے جن سے علوم باطن، علوم سینہ، دقائق علم توحید و تصوف کا ثبوت ملتا ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں حفظ العلم کا ایک باب قائم کیا ہے اور اس میں حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول بھی نقل ہے لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ نے بہت سی حدیثیں

بیان کی ہیں اور اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر سورۂ بقر کی یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَاہُ مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی الخ (ترجمہ۔ جو لوگ چھپاتے ہیں اُن کھلی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے اتاریں) آخر اور اسی باب میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے دو طرح کے علم حاصل کئے ایک تو میں نے عام لوگوں میں پھیلا دیا اور اگر دوسرے کو میں اُن میں پھیلاتا تو میرا نرخرا کاٹ ڈالا جاتا۔

دوسری بخاری کی اس معاذؓ والی حدیث کی طرف توجہ کیجئے جس حدیث کے بیان کرنے سے پہلے امام بخاریؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہٗ (ترجمہ۔ لوگوں سے وہی بات کہو جو وہ سمجھ سکیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلایا جائے)۔ امام بخاریؒ نے حضرت علیؓ کے اس قول کے بعد حضرت معاذ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے۔ جب کہ حضرت معاذ ابن جبل رسول اللہ کے ساتھ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ نے تین مرتبہ یا معاذ' یامعاذ کہکر پکارا حضرت معاذؓ نے ہر مرتبہ لبّیک یارسول اللہ کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ نے فرمایا "جو کوئی سچے دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہدے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام کردے گا"۔ اس پر حضرت معاذؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی خبر کردوں

Marfat.com

تاکہ وہ لوگ خوش ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر ایسا کرے گا تو ان کو بھروسہ ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت معاذؓ نے اس حدیث کو اپنے انتقال کے وقت بیان کیا اس خوف سے کہ کہیں علم چھپانے کے سلسلہ میں گنہگار نہ ٹھہریں۔ غالباً حضرت معاذؓ نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی طرح مذکورہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ الْبَیِّنٰتِ الخ کے پیش نظر کسی حدیث کو چھپانا گناہ تصور کیا ہو۔ اب ان احادیث کو سامنے رکھکر غور کیجئے کہ یہ بات رسول اکرمؐ کی بصیرت پر روشن نہیں تھی کہ آج آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک کلمہ کل منظر عام پر آ کر رہے گا اور آپؐ کا خفیف سے خفیف اشارہ مرکز اہمیت بن جائے گا۔ اگر رسول اللہ کی تلقین و تعلیم کا وہ رخ جو علوم سینہ کا نام اختیار کر گیا مرتب ہو کر سامنے آ جائے تو علوم باطن کی اہمیت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے۔ صحابہ کرام کے اقوال کو دیکھنے کے بعد ان علوم سے انکار کرنے کے لئے معمولی سا عقلی قرینہ بھی نہیں ملتا۔

ایک اور مثال رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی لیجئے جو اسی ثبوت کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ الخ (سورہ طلاق) کی اگر میں تفسیر بیان کروں تو لوگ مجھے سنگسار کر دیں گے اور کافر کہیں گے۔ ایک اور آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کی تفسیر میں آپ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کو اِلَّا لِیَعْرِفُوْنَ کے بعد کا درجہ قرار دیتے ہیں یعنی یہ فرماتے ہیں کہ پہلے

عرفان ہونا ضروری ہے ۔ ورنہ بغیر عرفان کے عبادت کا مقصد مکمل نہیں ہو
خاص اصحاب رسول کے مذکورہ اقوال کے بعد یہ امر ظن وگمان سے
چھٹ کر یقین کی سطح پر آجاتا ہے کہ یہ تمام اقوال منشاءِ رسول کے عین
مطابق تھے کیونکہ یہ تمام اقوال اُن خاص صحابہؓ کے ہیں جو رسول اللہ کی
مجموعی زندگی سے تربیت کا ایک خاص اثر قبول کرتے رہے ۔ یوں بھی بغیر
عرفان عبادت کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہو سکتا ۔ جملہ صوفیاء کرام ومشائخین
عظام جس تصوف کی تعلیم وتلقین کرتے آئے ہیں وہ عرفانِ حق تعالیٰ ہی کی تعلیم
ہے جس کے ذریعہ تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ۔
رسول اللہؐ کا لایا ہوا دین خود معرفت اور تحقیق کی طرف دعوت دیتا ہے
اس سلسلہ میں اس سے بڑھکر اور کون سا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپؐ وَاتَّبِعْ
مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ۔ یعنی ابراہیمؑ کی ملت کی اتباع کرنے کا حکم دیا
گیا اور قرآن ان واقعات کو بھی ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ ابراہیمؑ نے
یافت حق کی کس طرح تحقیق کا سلسلہ جاری رکھا تھا ۔ یافتِ حق کے لئے
شمس وقمر پر بھی آپ نے تحقیق نظر ڈالی اور بالآخر اُن کے صفات میں
تغیر وتبدل پاکر ان کی ربوبیت کا انکار کیا اور اپنے رب کی کسی صفت میں
تغیر وتبدل نہ ہونا حجت گردانی ۔ یہیں سے حق تعالیٰ کے صفات میں تحقیق
کرنے کا ثبوت ملتا ہے ۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے مارنے اور جلانے کے صفت
کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھکر اطمینانِ قلب حاصل کیا ۔
چنانچہ اسی طرح قرآن کی متعدد آیتیں انسانی فکر کو انفس وآفاق

Marfat.com

ہیں صفات اللہ کی تحقیق کرنے کی کتنی کھلی دعوت دیتی ہیں۔ سورۃ الغاشیہ
پ۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ
کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ
سُطِحَتْ الخ (ترجمہ۔ کیا پس نہیں دیکھتے اونٹوں کی طرف کہ کس طرح
پیدا کیے گئے اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بلند کیے گئے اور نہیں دیکھتے
پہاڑوں کی طرف کس طرح نصب کیے گئے اور کیا نہیں دیکھتے زمین کی طرف
کہ کس طرح بچھائی گئی الخ) سورۂ عبس کی ان آیات کی طرف غور کیجئے۔
فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا
وَّقَضْبًا ۝ وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّ
فَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

(ترجمہ۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے
عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر اس میں ہم نے
غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے
اور چارہ پیدا کیا تمہارے واسطے اور تمہارے مواشی کے لئے۔)

سورۂ ملک کی ایک اور آیت کو لیجئے جو دعوتِ فکر دیتی ہے۔
اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ۘؕ
مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۝ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ۝

(ترجمہ۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر

Marfat.com

پھیلاتے ہیں اور سمیٹ لیتے ہیں۔ بجز رحمٰن کے ان کو کوئی تھامے ہوئے نہیں بیشک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔)

مذکورہ آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی فکر کو اپنے صفات اور افعال کی طرف متوجہ کیا ہے تاکہ وہ اس امر کی تحقیق کریں کہ وہ اپنے صفات اور افعال میں یکتا اور بے مثل ہے۔ چنانچہ "اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ" اور "اَوَلَمْ یَرَوْا" سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ انسان جو آفاق و انفس پر عام نظر ڈالتے ہیں ان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ تحقیقی نظر سے آفاق و انفس کی تخلیق اور اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ اسی طرح ان دو آیات کی طرف توجہ کیجئے کہ وہ انفس و آفاق میں یافت حق کی کتنی کھلی دعوت دیتی ہیں۔ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (ترجمہ۔ اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی ہیں کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔)

ان قرآنی دلائل اور واضح دعوت کے بعد علوم اسرار باطنی و دقائق علم التوحید، تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے انکار کے لئے علم و دلیل کی روشنی میں کوئی گنجائش نہیں پیدا ہوتی۔ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی تائید میں سینکڑوں قرآنی دلائل موجود ہیں بلکہ رسول اللہؐ کی بعثت کا سبب ہی قرآن نے تعلیم تزکیہ کو ٹھہرایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا

Marfat.com

عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝ (ترجمہ۔ وہی ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک پیغمبر ان ہی میں سے جو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور پاک کرتے ہیں ان کو اور ان کو کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ (آپ کی بعثت سے پہلے) کھلی گمراہی میں تھے۔ قرآن مجید میں اسی طرح علوم باطنی کی طرف صریحاً دعوت دینے والی متعدد آیتیں پائی جاتی ہیں۔

ائمہ فقہ اور صوفیاء پچھلے کچھ دنوں سے تصوف کے خلاف جو کام ہوتا رہا اس میں اس پہلو پر زیادہ زور لگایا گیا کہ ائمہ فقہ اور صوفیاء کو علم و عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے کو مخالف صفوں میں کھڑا کر کے پیش کیا جائے تاکہ عام طور پر شریعت اور تصوف کو ایک دوسرے کے خلاف سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ حالانکہ علمائے متقدمین میں کوئی فرد ہی بڑی مشکل سے ایسا مل سکے گا جو تصوف کو نظر انداز کیا ہو۔ چنانچہ حضرت ابو نعیم اصفہانی ؒ نے اپنی کتاب حلیہ میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ، عمر فاروق، عثمان غنی ؓ اور سیدنا علی المرتضیٰ ؓ اور دیگر اولو العزم صحابہ ؓ کو اور بعد والوں میں سفیان ثوری ؒ و امام احمد حنبل ؒ وغیرہ کو صوفیاء میں شمار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تدوین فقہ اور ائمہ اربعہ کے ماحول پر نظر ڈالی جائے تو صحیح اندازہ ہو سکتا ہے کہ ائمہ فقہ نے بھی صوفیاء سے ہر ہر قدم پر کتنا استفادہ کیا ہے۔ کیا ان حقائق سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ امام شافعی ؒ

Marfat.com

حضرت شیبان راعیؒ سے اپنے تخیل کی گرہ کھولنے میں مدد لیتے رہے۔ حالانکہ حضرت شیبان راعیؒ ایک صوفی تھے اور اَن پڑھ مشہور تھے۔ کیا حضرت امام احمد بن حنبلؒ ہر اَدق مسئلہ کے حل کے لئے صوفی حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ کی طرف رجوع ہو کر مَا تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا یَا صُوْفِی (ترجمہ۔ آپ کیا کہتے ہیں اس میں یا صوفی) جو کہتے تھے کیا اس جملہ کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اکثر تلامذہ ممتاز صوفیا میں شمار ہوتے تھے چنانچہ حضرت داؤد طائیؒ امام ابو حنیفہؒ کے اُن ارشد تلامذہ میں بھی ایسی امتیازی شخصیت کے مالک تھے کہ اُن سے اکثر اہم مسائل میں امام محمدؒ استفادہ کیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے اِرد گرد تقریباً سارا ماحول ہی صوفیانہ تھا حضرت صوفی شفیق بلخیؒ امام ابو حنیفہؒ سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے امام ابو حنیفہؒ نے اپنی فقہ اکبر میں دقائق علم التوحید کے حصول کی شدّت سے تاکید فرمائی ہے' امام مالکؒ بھی امام اعظمؒ ہی کے ہمعصر تھے اس لئے آپ بھی صوفیا سے اتنی ہی قریبی نسبت رکھتے تھے۔

صوفیا اور علم تصوف اسلامی نقطۂ نگاہ سے حق بجانب ہونے میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے جبکہ اس سلسلہ میں کتاب، سنت اور اجماع اس کی بنیادی اہمیت پر متفق ہیں اور اس کو اسلام کی حقیقی روح ثابت کرتے ہیں۔

رویت الٰہی کا ثبوت | رویتِ حق تعالیٰ کے لئے عرفان شرط ہے

Marfat.com

اور عرفان کے متعلق گذشتہ صفحات میں ثابت کیا گیا ہے کہ عبادتِ حق تعالیٰ کے لئے عرفان کس قدر ضروری ہے۔ یہاں صرف رویتِ الٰہی کی بحث ہے جس طرح عبادت کے لئے عرفان ضروری ہے بالکل اسی طرح عرفان کا نتیجہ شہود یعنی رویت ہے وہ عرفان بے سود سمجھا جائے گا جس میں رویت ہو۔ عرفان کے اس مفہوم کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ شئے ظاہری کا عرفان ہو سکتا ہے اور شئے ظاہر کی رویت محال نہیں۔ اس سلسلہ میں حدیثِ احسان سے مدد لینے پر رویتِ الٰہی کے امکان اور اس کی ضرورت کی واضح دلیل سامنے آجاتی ہے۔ جبرئیلؑ کا وہ تیسرا سوال جو انھوں نے الاحسان یا رسول اللہ پوچھا تھا اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا تھا ا ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کر جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہو تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے)۔ اس حدیث سے آنحضرتؐ نے عبادت کے لئے رویتِ حق کی طرف دعوت دی ہے اور اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس کی عبادت کی جارہی ہے اس کو دیکھ کر ہی عبادت کرنے سے ساری عبادتیں اخلاص اور اپنی ذاتی رغبت کی بنیاد پر ہوتیں ہیں اور ایسی عبادت کا نام احسان ہے اور صاحبِ احسان کو محسن کہا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت وَمَنْ اَحْسَنَ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ۔ (پ ۵ ع ۱۵) مذکورہ حدیث کے عین مطابق ہے اور اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

Marfat.com

("اور ایسے شخص سے زیادہ بہتر کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو") اب یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حدیثِ احسان سے یہ کیا ضروری ہے کہ اس کو اسلام کا اتنا بنیادی مسئلہ بنا دیں جبکہ حضرت جبرئیلؑ نے اِس احسان کے سوال کو تیسرے درجہ میں کیا جس سے اس کی اہمیت کم ہوجاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے حضرت جبرئیلؑ نے جو سوالات بالترتیب کئے ہیں اس کو پیش نظر رکھیں تو اس کی اہمیت معلوم ہوسکے گی اور دین سے احسان کا کیا تعلق ہے واضح ہوجائے گا جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ سے پہلا سوال ما الاسلام یا رسول اللہ پوچھا یعنی اسلام کیا ہے یا رسول اللہ دوسرا سوال ما الایمان تھا یعنی ایمان کیا ہے اور تیسرا سوال تھا ما الاحسان یعنی احسان کیا ہے۔ اس ترتیب کو سامنے رکھیے اور کہ دین کا پہلا درجہ اسلام دوسرا درجہ ایمان اور تیسرا درجہ احسان ہے یعنی احسان دین کا مرتبۂ کمال ہے اس حدیث میں اسلام، ایمان اور احسان میں فرق بتلایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ یعنی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام ہی کو دین قرار دیتا ہے ایمان اور احسان کا ذکر دینِ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ اسلام کے معنی یہاں اس دین کے ہیں جس میں ایمان اور احسان بھی شامل ہو۔ کیونکہ قرآن میں بھی اسلام اور ایمان کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

Marfat.com

لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا الخ (ترجمہ۔ گنوار لوگ کہتے ہیں ہم
ایمان لائے۔ (اے پیغمبر) آپؐ کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ
کہو ہم اسلام لائے۔)

قرآن ہی سے ثابت ہے اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے
اور حدیثِ احسان کا دینِ اسلام سے کیا تعلق ہے اس حدیث
کے اس آخری جملے سے معلوم ہو سکتا ہے رسول اللہؐ کے زبان مبارک
سے ادا ہوا تھا۔ ھٰذا جبریل جاء یعلم الناس
دینھم (یعنی یہ جبریلؑ تھے جو لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے)۔
امام بخاریؒ نے آنحضرتؐ کے اس جملہ یعلم الناس دینھم
یعنی لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے' کے متعلق جو تشریح کی ہے وہ
یہ ہے جعل ذالک کلہ من الایمان۔ یعنی آنحضرت
نے ان تمام باتوں کو (ایمان) دین میں داخل کر دیا یعنی رسول اللہ
نے جو کہا کہ یہ جبریلؑ تھے اور لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے تو اس
جملے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جبریلؑ نے رسول اللہؐ سے جتنے
سوالات کئے وہ سب دین میں داخل ہو گئے۔ حدیث مذکورہ سے
بھی رویتِ الٰہی ممکن بلکہ ضروری ثابت ہوتی ہے۔

البتہ رویتِ الٰہی تشبیہ میں ہو سکتی ہے یا تنزیہہ میں یہ
ایک اہم سوال ہے اس کے لئے اتنی تشریح بہت کافی ہو گی کہ
مشبہ کبھی منزہ کو تنزیہہ میں نہیں دیکھ سکتا اب دوسری صورت

ہو سکتی ہے کہ تنزیہہ کو بصورت تشبیہہ دیکھیں اور یہ ممکن ہے خود اللہ نے قیامت کے دن اپنے دیدار کا جہاں ذکر فرمایا ہے وہاں تشبیہی لفظ "ساق" ارشاد ہے۔ اس میں شک نہیں یہاں کی تشبیہہ اور وہاں کی تشبیہہ میں بہت بڑا فرق ہے لیکن ہے تو تشبیہہ ہی۔ قیامت میں دیدارِ حق کے متعلق ارشاد ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝ (پ ۲۹۔ القلم)

(ترجمہ) "جس دن کھولا جاوے گا پنڈلی سے اور بلائے جائیں گے طرف سجدے کی پس نہ کر سکیں گے ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوگی اور سجدے کی طرف یہ لوگ بلائے تھے اور وہ سالم تھے"۔

مذکورہ آیت میں اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قیامت میں دیدارِ الٰہی "ساق" سے ہوگا اور لفظِ "ساق" دلالت کرتا ہے تشبیہہ پر یعنی قیامت میں بھی تشبیہہ سے دیدارِ حق ہوگا۔ اس کے بعد عام نظریات نے جو کلیہ بنا لیا تھا کہ تشبیہہ میں حق کی رویت محال ہے تو اس آیت سے ثابت ہے کہ دیدار تشبیہہ سے ہی ہوگا۔ اس سے یہ بات ذہن میں آجاتی ہے کہ حق تعالیٰ کا ظہور تشبیہہ میں ہو سکتا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ جو لوگ عالمِ شہادت میں

Marfat.com

میں اللہ کی عبادت سجدہ وسجود محض اس نظریہ سے کرتے ہیں کہ اللہ تنزیہہ میں ہے اور تشبیہہ میں اس کے ظہور کو ناممکن ومحال تصور کرتے ہیں تو ایسا طبقہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے کس طرح مشرف ہوگا۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تشبیہہ میں ظہور نہیں کرتا۔ اور قرآن سے ثابت ہے کہ دیدار خداوندی بصورتِ تشبیہہ ہوگا۔ لازماً وہ طبقہ دیدار الٰہی سے محروم ہوگا جو اس عالم میں عبادت کرتے ہوئے محض تنزیہہ کا قائل ہے۔ اور وہ گروہ دیدار خداوندی سے مشرف ہوگا جو تشبیہہ میں بھی ظہور الٰہی کا عقیدہ رکھتا ہے اور اپنے اسی عقیدے کی بنا پر قیامت میں بھی دیدار الٰہی جو بصورت تشبیہہ ہوگا حظ اٹھائے گا۔ چنانچہ اس کی تائید ذیل کی حدیث سے ہو جاتی ہے۔

فِي رِوَايَةِ اَبِي سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ اٰيَةٌ تَعْرِفُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَكْشِفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اللّٰهَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ اِلَّا اَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اِتِّقَاءً وَرِيَاءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَاحِدَةً كُلَّمَا اَرَادَ اَنْ يَسْجُدَ عَلٰى قَفَاهُ۔

(ترجمہ۔ حضرت ابی سعیدؓ نے روایت کی۔ پس فرمائے گا اللہ تعالیٰ کیا تمہارے اور تمہارے رب کے مابین کوئی نشانی ہے جو تم اس کو

Marfat.com

پہچان سکو پس وہ کہیں گے ہاں، پس وہ (اللہ تعا) ظاہر ہوگا ساق سے پس اُن میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا اور سب سجدہ کریں گے وہ جو سجدہ کرتا تھا (دنیا میں) خدا کو ذاتی رغبت واخلاص سے مگر حکم دے گا اللہ تعا اس کو سجدے کا۔ اور باقی نہ رہے گا کوئی اُن میں سے جو سجدہ کرتا تھا خوف وریا سے مگر کردے گا اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھ پر پھر جب وہ سجدہ کرے گا تو سر کے بل الٹا گرے گا۔)

مذکورہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے نشانی پوچھیگا جس سے وہ اپنے رب کو پہچان سکیں گے اور جب وہ کہیں گے کہ ہاں ہم نشانی رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بصورت تشبیہ ساق سے ظاہر ہوگا اور وہ لوگ جو دنیا میں حاضر وناظر اور موجود تشبیہہ میں تسلیم کرتے تھے اُن کے لئے ساق سے ظاہر ہونے میں ان کے عقیدے کے مطابق واقعہ پیش آئے گا اور وہ لوگ سجدے میں گریں گے۔ لیکن وہ گروہ جو اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ محض مانتا تھا اور دنیا میں ساری عبادتیں خوف وریا سے کرتا تھا وہ اس دنیا میں تشبیہہ میں اللہ کے ظہور کو تسلیم نہ کرتا تھا تو جب قیامت کے دن اس کے پاس اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی کوئی نشانی نہ ہوگی اور اس کے عقیدۂ تنزیہہ کے خلاف جب اللہ تعالیٰ بصورت تشبیہہ "ساق" سے ظاہر ہوگا وہ حق تعالیٰ کو پہچان نہ سکے گا اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے ظہور کو تشبیہہ میں تسلیم نہیں کرتا تھا بلکہ محال سمجھتا تھا ایسا ہی قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی تشبیہہ سے ہونے والی جلوہ گری پر ایمان نہ لائے گا اور

دیدار الٰہی سے محروم رہے گا اور دوسرے لوگوں کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھکر جب خود بھی بادلِ ناخواستہ سجدہ کرنا چاہے تو سر کے بل اُلٹا گرے گا جس طرح حدیث بالا میں مذکور ہے۔ اللہ اس دردناک عذاب سے ہر مومن کو محفوظ رکھے آمین۔ اس سے بڑا اور کیا عذاب ہو سکتا ہے کہ قیامت میں بھی اپنے رب کے دیدار سے محرومی نصیب ہو۔ مذکورہ دلائل سے ثابت ہے کہ قیامت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کے لئے اس عالم میں رویت الٰہی ضروری ہے کیونکہ جب هَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُ آيَةٌ پوچھا جائے گا کیا نشانی بتلائی جائے گی جب کہ اس عالمِ ناسوت میں رویت ہی نہ ہو۔ لہٰذا اللہ عزوجل جملہ مؤمنین و مؤمنات کو اس عالم میں اپنی رویت کرا دے جس کی نشانی سے سب کو قیامت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہونا نصیب ہووے۔ آمین ثم آمین

اس کے بعد بھی اگر کوئی رویتِ الٰہی سے انکار کرے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ دیدار کی نعمت اس کے مقدر میں نہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(واللہ اعلم بالصواب)

۱۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

فقیر

سید شاہ محمد ظہور الحق بخاری چشتی و قادری کان اللہ لہٗ

ساکن سڑک سنز جان حیدر آباد دکن

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الرَّاشِدِیْنَ

امابعد فقیر الی اللہ الغنی احقر العباد ابومحمد و ابومحمود سید مجیب الدین حسینی چشتی القادری الحنفی المتخلص بہ واصل حیدرآبادی غفراللہ لہٗ اپنے بعض احباب کے اس استفسار پر کہ ایمان کے لئے عرفان و رویت حق تعالیٰ ضروری ہے یا ذوقی شوقی عرض پرداز ہے کہ بلا رویت حقتعالیٰ تحقیق و عرفان حقتعالیٰ صحیح اور بلا عرفان حقتعالیٰ کے تصدیق و اقرار شروط ایمانی طاعات و عبادات درست و مکمل نہیں۔ چنانچہ جن و انس کی پیدائش کا مقصد معرفت الٰہی ہے کہ یافت معبود کے بعد عبادات و طاعات صحیح و درست ہوسکیں۔ ارشاد باری وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کی تفسیر رئیس المفسرین حضرت ابن عباس نے یہی فرمائی ہے۔ چونکہ اس مقالہ میں رویت و عرفان حق تعالیٰ جل شانہٗ کا اثبات ہے اس لئے اس کا نام نامی اسم گرامی مراۃ الحق رکھا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور میرے ایمان و ایقان کی

قوی دلیل بنا کر لطفیل سید المرسلین و آلہ الطاہرین و اصحابہ الراشدین و عرفاء المحققین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میری اور میرے جملہ اسلاف و اخلاف کی نجات و مغفرت و رفع درجات کا وسیلۂ جلیلہ بنائے آمین۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا	(فرمایا اللہ تعالیٰ نے) کچھ ایسی
وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ	نیکی یہ نہیں کہ اپنا منہ مشرق
وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ	(یعنی کعبۃ اللہ) یا مغرب (بیت المقدس)
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ	کی طرف کریں۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ	ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت
وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ	اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبوتوں
عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى	پر اور مال دے اس کی محبت میں
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ	قرابتداروں کو اور یتیموں اور مسکینوں
وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ	کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں
وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ	کو اور گردن چھڑانے کے لئے اور
الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ	قائم کرے نماز اور دے زکواۃ
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ	اور پورا کرنے والے عہد کے جب
اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ	عہد کریں اور صبر کرنے والے فقر

Marfat.com

فِی الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
وَحِیْنَ الْبَأْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ
ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (پ۲ ۔ رکوع ۶)

میں اور بیماری میں اور لڑا...
میں یہی ہیں جنھوں نے سچ ک...
اور یہ لوگ وہی ہیں پرہیزگا...
متقی ۔ (پ ۲ ع ۶ ۔ تفسیر قادر...)

اس ارشادِ باری سے یہ ثابت ہوا کہ صرف عبادات وطاعات نماز روزہ حج زکوٰۃ اصل نیکی یعنی ایمان نہیں (جبکہ اس کی فر... یعنی اسلام ہیں) اور اصل نیکی اللہ تعالیٰ وقیامت وملائکہ وکتا... ونبیوں پر ایمان لانا ہے تاکہ عبادات وطاعات صحیح درست ہو... یہی وجہ ہے کہ عبادات وطاعات نماز وزکوٰۃ خیرات وعہد وپ... وغیرہ کو ایمان کے بعد بیان فرمایا۔ اسی اسلام اور ایمان کے فرق کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ذیل کے آیات میں اور بھی واضح بیا... فرمایا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ
قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا
اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ
الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ○

(پ ۲۶ سورہ حجرات ع ۳)

کہا گنواروں نے (بنی اسد وغطفا...)
کہ ہم ایمان لائے (اے محمد صلی اللہ علیہ...)
ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے
کہو کہ اسلام لائے[عہ] ۔ اور نہیں داخل
ہے ایمان تمہارے دلوں میں (یعنی تمہار...)
دل زبان کے موافق نہیں) ۔ (تفسیر قاد...)

عہ اسواسطے کہ ایمان زبانی اقرار ہے تصدیق دلی کے ساتھ اور تم کو صرف اقرار ہے تصدیق نہیں اور اسلام سے لغوی اسلام مراد ہے کہ وہ اطاعت قتل وقید سے ڈر کر اسلام میں داخل ہونے اور کلمہ طیبہ صرف زبان سے پڑھ لینے کا نام ہے ۔ (تفسیر قادری)

اور اسی فرق کو واضح فرمایا نبی کریم علیہ تحیۃ والتسلیم نے استفسار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جس کے راوی ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

قَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ ؕ

کہا جبریل علیہ السلام نے یا محمدؐ مجھے خبر دیجئے اسلام سے. کہا نبی کریمؐ نے اسلام یہ ہے کہ شہادت دے تو اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بیشک محمد رسول ہیں اللہ کے اور قائم کر تو نماز اور دے تو زکوٰۃ اور رکھ تو روزے رمضان کے اور کر تو حج بیت اللہ اگر تجھ میں استطاعت ہے طرف اس کی کہا (جبریل علیہ السلام نے) سچ فرمایا۔

قَالَ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ۔ قَالَ صَدَقْتَ ۔

پھر کہا (جبریل علیہ السلام نے) پس خبر دیجئے آپ ایمان سے کہا (نبی کریم نے) تحقیق تو ایمان لا اللہ پر اور ملائکہ پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور ایمان لاتا تو اندازہ پر خیر و شر کے کہ اسی سے ہے.

کہا جبریل علیہ السلام نے) سچ فرمایا۔

Marfat.com

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ صَدَقْتَ۔

(رواہ مسلم)

پھر کہا (جبریل علیہ السلام نے) پس خبر دیجئے آپ احسان سے۔ کہا (نبی کریم نے) عبادت کر تو ایسی کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہو۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو یقین رکھ کہ بیشک خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ کہا (جبریل علیہ السلام نے) سچ فرمایا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)۔

ان آیات و احادیث پاک نے اسلام و ایمان کا نمایاں فرق ظاہر فرمایا۔ اور حدیث احسان نے طریقہ عبادت کو شرط رویت حق تعالیٰ سے مقید فرمایا لہٰذا انسان مسلمان ہوتا ہے درحقیقت حصول ایمان کے لئے نہ کہ محض اسلام پر ہی حصر کرکے بیٹھے رہنے کے لئے۔ اصل نیکی ایمان ہے اسلام نہیں اور اسلام تقلید ہے تحقیق نہیں اسی لئے ہر کافر کلمہ پڑھتے ہی مسلم ہو جاتا ہے لیکن مومن نہیں ہوتا جب تک ایمان کی تین کڑی شرطیں پوری نہ کرلے وہ ہیں۔ (۱) اقرار باللسان (۲) تصدیق بالقلب (۳) عمل بالارکان۔ اقرار لسانی حد شریعت ہے۔ اسلام ہے اور تصدیق قلبی شریعت۔ طریقت حقیقت معرفت چاروں کی جامع اور رکن رکین اعمال ہے۔ جان ایمان ہے اور یہ "تصدیق"۔ بلا تحقیق و مشاہدہ و مکاشفہ حق ناممکن و محال ہے اور بلا تصدیق قلبی اقرار لسانی و اعمال بدنی لغو و باطل۔ کیونکہ انسان چاند کو چاند اور سورج کو سورج جب ہی کہہ سکتا ہے جبکہ اس کا دل آنکھ کے ذریعہ تصدیق کرلے کہ یہی چاند ہے اور یہی سورج کبھی وہ بلا تصدیق و تحقیق کے چاند کو

چاند اور سورج کو سورج نہ کہہ سکے گا لہٰذا جس کی تحقیق ہوگی اسی کا اقرار کر سکے گا اور عمل پیرا ہو سکے گا۔ جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تفسیر آیت کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ میں لِيَعْبُدُوْنَ کو لِيَعْرِفُوْنَ سے تعبیر فرمایا اسی لئے کہ عبادت بلا یافت معبود صحیح و درست نہیں ہے اور عرفانِ حق تعالیٰ سے متعلق فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مَنْ عَرَفَ اللهَ لَا يَقُوْلُ اللهُ وَمَنْ قَالَ اللهُ مَا عَرَفَ اللهَ وَمَنْ عَرَفَ اللهَ كُلَّ لِسَانُهٗ ۔	جس نے پہچانا اللہ کو اس نے پھر اللہ نہیں کہا اور جس نے اللہ کہا اس نے اللہ کو نہیں پہچانا اور جس نے اللہ کو جانا اس کی زبان بند ہوئی۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا وہ اللہ اللہ کے ذکر میں لگا ہوا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو جان لیا ہے پھر اس نے اللہ اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ پکارنا غائب کا درست ہے اور جو ذات حاضر و مخاطب جان لی جا چکی ہو اس کا پکارنا فعل عبث اور اس کو غائب سمجھنے کے مترادف ہے اس خصوص میں خواجہ خواجگان خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ قادریہ اور مجددی نقشبندیوں کے قادریہ طریق میں اوپر کے پیر ہیں فرماتے ہیں جس کو خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں نظم فرمایا ہے۔ شعر

ہر کہ نادیدہ نام او گوید ❊ مشرک است و فضول ناہنجار

Marfat.com

(ترجمہ) جو کوئی نام اللہ کا بغیر دیکھے لے ۔ وہ مشرک ہے اور فضول و نالائق ہے
اس پاک شعر نے تو بات کھول دی کہ بغیر دیکھے بوجھے ذکر کرنا یا نام لینا
شرک ہے جبکہ نام لینا ہی شرک ہے تو عبادات و طاعات سب کے سب
دریا برد بلکہ شرک اکبر صلاح نہ شد بلا شد ۔ اس لئے کہ بغیر معرفت
و یافت کے جس کسی شئے کا نام لیا جائے وہ شئے اس نام گیرندہ کی قیاسی
و مفروضہ ہونا لازم آتا ہے او شئے قیاسی و مفروضہ شئے اصلی کی غیر ہے
اور یہی وجہ شرک ہے ۔ ایسا ہی سلطان باہو نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ
نے اپنے مقالہ عین الفقر کے صفحہ ۶۰ پر فرماتے ہیں ۔

اَلذِّکْرُ بِلَا فِکْرٍ کَصَوْتِ اَلْکَلْبِ ۔ ذکر بلا فکر (یعنی بلا یافت) کے کتے کی آواز ہے ۔

جو صرف بھوں بھوں کرتا ہے اس سے بھی مذکورہ امور پر روشنی پڑتی ہے
کہ کسی کے نام لینے اور طاعت و عبادت کرنے کے لئے اس کی تحقیق و
یافت لازمی ہے جیسا کہ حدیث احسان میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ کے جواب میں ۔

قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔ قَالَ صَدَقْتَ ۔ (پہلی بات یہ کہ) فرمایا جب تم عبادت کرو اللہ کی (تو اس طرح کرو) گویا معبود کو دیکھ رہے ہو اور (دوسری بات یہ کہ) اگر نہیں دیکھ سکتے اس کو تو وہ بلا شبہ تم کو دیکھ رہا ہے ۔ ( )

Marfat.com

اس طرح معبود کو دیکھکر عبادت کرنا احسن و افضل فرمایا جو ایمان کا درجہ ہے اور اگر نہیں دیکھ سکتے ہو تو عبادت کے وقت مسلم کم ازکم اتنا ضرور خیال رکھے کہ وہ ہم کو بلاشبہ دیکھ رہا ہے جس سے عبادت حد اسلام میں باقی رہ سکے ہر انسانِ مکلّف مامور ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے کہ ایمان کی کڑی شرط تحقیق و تصدیق پوری ہو جائے۔ یہ مسئلہ کوئی ذوقی و شوقی نہیں بلکہ حقیقت ایمان ہے اس کا انکار ایمان کا انکار ہے بات کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے اور قوی دلائل دیکھتے ہوئے انکار پر ڈٹ جانا مشرک بنا دیتا ہے۔ دیکھو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح انسانِ مکلف کو مامورِ معرفت فرمایا۔ فرماتے ہیں:—

شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ لَاشَیْءَ	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہے اور
غَیْرُهٗ اِنَّ کُلِّ مُکَلَّفٍ	نہیں کوئی شئے اس کی غیر تحقیق کہ ہر
مَامُوْرٌ بِمَعْرِفَتِ اللّٰهِ تَعَالیٰ	مکلف معرفت الٰہی کے لئے مامور ہے
وَمَعْنِی الْمَعْرِفَتِهٖ اَنْ یَّعْلَمَ	اور معرفت کے معنی ہیں معلوم کو ایسا ہی
الْمَعْلُوْمُ عَلیٰ مَاهُوَ عَلَیْهِ	جاننا جیسا کہ وہ ہے تاکہ اس کے
بِحَیْثُ لَا یَخْفیٰ عَلَیْهِ مِنْ صِفَاتِ	صفات سے کوئی صفت مخفی نہ رہے
الْمَعْلُوْمِ شَیْءٌ لَا بِالظَّنِّ	ظن و تقلید سے کوئی علم معرفت حاصل
وَالتَّقْلِیْدِ لَا یَحْصُلُ الْعِلْمُ	نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معنی ظن جائز
وَالْمَعْرِفَتُهٗ لِاَنَّ مَعْنَی الظَّنِّ	رکھنا ہے دو امروں سے ایک امر کو
تَجْوِیْزُ الْاَمْرَیْنِ اَحَدُهُمَا	جو ظاہر تر ہو دوسرے امر سے اور تقلید

ظَهَرَ عَنِ الْاٰخِرَةِ وَمَعْنَى التَّقْلِيْدِ قُبُوْلِ قَوْلِ مَنْ لَا يَدْرِيْ مَا قَالَ وَمِنْ اَيْنَ قَالَ وَذَالِكَ لَا يَكُوْنَ عِلْمًا ۝ (از میزان التوحید واسرار حق)

کے معنی ہیں کسی کی بات کو مان لینا بغیر سمجھے اس کے کہ وہ کیا کہتا ہے اور کہاں سے کہتا ہے علم معرفت کے لئے ظن و تقلید کافی نہیں ہے۔

اور فرمایا حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے۔

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهَ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ ۔

جو شخص فقہ (یعنی احکام شریعت) جانتا ہے اور تصوف (یعنی مسائل عرفان و ایقان) نہیں جانتا وہ فاسق ہے اور جو تصوف جانتا ہے اور فقہ نہیں جانتا وہ زندیق ہے اور جو دونوں علوم سے آراستہ ہے وہ محقق ہے۔ (از میزان التوحید)

اذکار اسماء بلا یافت مسمیٰ کی نسبت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شعر

بگذر از اسم و مسمیٰ را بیاب — بے مسمیٰ بر تو نبود فتح یاب

(ترجمہ چھوڑ اسم کو اور مسمیٰ کو پا — بغیر مسمیٰ کے تجھ پر دروازہ کھلے گا)

اب رہی بات ایمان تحقیقی کے لئے مشاہدہ و ملاحظہ حق کی کہ آیا وہ ذات پاک سر کی آنکھوں سے نظر آتی ہے یا سر کی آنکھ سے یعنی دل کی آنکھ سے۔ دل کی آنکھ سے مراد بصیرت قوت مدرکہ ہے اور مدرکہ ظاہر و باہر صورتوں کے دیکھنے کے لئے چشم بصارت کو ذریعہ بنا لیتا ہے اگر بصارت

Marfat.com

ناقص ہے تو مدرکہ کیسا ہی قوی و کامل کیوں نہ ہو لطف دیدار حاصل نہیں ہوتا ایسا ہی اگر بصارت قوی و کامل ہے مگر مدرکہ یعنی بصیرت ناقص ہے تب بھی لطف دیدار ندارد ہے کیونکہ بصیرت اپنے نقص مخلی کی وجہ جو بھی بصارت بتلا رہی ہو اس کی یافت سے قاصر ہو جاتی ہے اسی لئے بصیرت اور بصارت دونوں کا کامل و درست ہونا شئے ظاہر کے دیدار کے لئے ضروری ہے اور شئے باطن کے لئے بھی مدرکہ جب ہی ادراک کر سکیگا جبکہ وہ شئے ظاہر نظر آئے تاکہ اس کے باطن کا ادراک کیا جاسکے اگرچہ باطن کے لئے مدرکہ کی ہی ضرورت ہے مگر شئے باطن کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے اس کا ظاہر مرئی ہونا ضروری ہے اور مدرکہ شئے ظاہر کی یافت کے لئے باصرہ۔ شامہ۔ لامسہ ذائقہ و سامعہ سے کام لیتا ہے اور شئے ظاہر کے دوسرے رخ باطن کی یافت کے لئے حافظہ۔ واہمہ متخیلہ وحس مشترک سے اور اگر شئے باطن در باطن ہو توان تمام حواس کے قطع نظر خود مدرکہ بنفس نفیس متحرک ہوتا ہے اور ذات شئے یا صفات شئے کو پالیتا ہے صفات کا پانا بھی ذات کا پانا ہی ہے کیونکہ صفات اپنی ذات سے منفک نہیں ہیں قائم بذات ہیں بلکہ بعض اعتبار سے عین ذات ہیں اس طرح صفات کی معرفت عین ذات کی معرفت ہو جاتی ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

تَفَكَّرُوْا فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ	فکر کرو خدائے تعالیٰ کے صفات میں
وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ	اور فکر نہ کرو حق تعالیٰ کی ذات میں۔

(از میزان التوحید)

اگرچہ کہ آیت کریمہ —

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ (پ ع ۱۳)

نہیں ادراک کرتی اسے نظریں اور وہ ادراک کرتا ہے نظروں کو اور وہ لطیف و خبیر ہے ۔

بظاہر بصارت سے دیدارِ حق کو ناممکن ثابت کرتی ہے۔ لیکن غور و تعمق سے دیکھا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ بصارت کا کام دیکھنے کا ہے ادراک کا نہیں اور ادراک کا معنی ہے کامل شئے کا احاطہ کر لینا اور یہ بوجہ تقید و تشبہ بصارت سے ناممکن ہے اس لئے ادراک میں بصارت عاجز ہے لیکن اس سے دیدار کی نفی نہیں کی جا سکتی اور اس لئے بھی کہ اس کے بعد کے آیات اس کی تشریح کر رہی ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

قَدْ جَآءَکُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ۝ (پ س ۔ ع ۱۳)

تحقیق کہ آئیں تمہارے پاس نشانیاں (صفات) کھلی ہوئی تمہارے رب کے پاس سے پھر جو کوئی دیکھے وہ نشانیاں تو اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو اندھا ہو جائے نہ دیکھے نشانیاں (یعنی صفات جو عین ذات ہیں) کو تو اس کا نقصان اسی کو ہے (پ ع ۱۳ تفسیر قادری)

سے صاف ظاہر ہے کہ دیکھنے والے کو فائدہ دیدار حاصل ہوگا اور نہ دیکھنے والا اس فائدہ سے محروم و نقصان میں رہے گا۔ دوسرے یہ کہ بصارت تقید و تشبہ ذاتی کی وجہ ذاتِ مطلق و منزہ کو نہیں دیکھ پاتی

و احاطہ کر سکتی ہے لیکن مشبہ و مقید شئی کو تو دیکھ سکتی اور ادراک کر سکتی ہے لہٰذا جہاں ذات حق تعالیٰ منزہ ہے صرافت ذاتی رکھتی ہے اور بصارت و ادراک سے بلند و بالا تر ہے وہاں مشبہ و مقید بھی ہے کہ اس ذات کے سوائے کوئی دوسری ذات موجود ہی نہیں اگر کوئی ذات موجود پائی جاتی ہے تو اسی کے وجود سے موجود پائی جانا لازمی ہے۔ جہاں وہ ذات ہو الباطن منزہ بہ شباہت ہے وہیں ہو الظاہر مقید بہ شباہت بھی ہے اس طرح پر کہ اگر بصارت ذات منزہ ہو الباطن کے دیکھنے اور سمجھنے میں عاجز ہے تو اسی ذات مشبہ ہو الظاہر کے دیدار پر قادر و مختار بھی اور یہ اختیار اس کو اس وجود کی وجہ سے ملا ہے جو اس کے ظہور و تخلیق کا سبب ہے لہٰذا جس کے مدرکہ نے اس سر تخلیق کو پالیا ہو وہ مرد مومن عارف ہر آن اپنے رب کے دیدار سے ہو الباطن و ہو الظاہر یعنی صفت تنزہ و صفت تشبیہ ہر دو شان میں بذریعہ بصارت و بصیر لطف اندوز ہے۔ شعر

جناب کیسی بصیرت بصر سے دیکھتے ہیں | خدا کو اہل نظر چشم سر سے دیکھتے ہیں
پردہ انہیں سے ہے جنھیں تاب نظر نہیں | آتے ہیں خود ہی دیکھنے والوں کے سامنے

حق تعالیٰ جل شانہٗ کے لئے جہاں نزاہت ثابت ہے وہاں شباہت بھی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ (پ ۲۷ ع ۱۷)

یعنی ذات حق ہی سب کے اول و آخر ہے کیونکہ وہی واجب الوجود قدیم ہے

Marfat.com

ہے اور باقی رہے گا اور ذات حق ہی سب سے ظاہر و سب کی باطن گ
کیونکہ وہی وجود اصلی ہے شبیہ ظاہر کرنے والی ہے اور اسی کے بطون پ
قیام اشیاء و تشبیہات کا مدار ہے۔ جب چاروں اعتبار سے ذات حق
ہی ظاہر ہے اور کوئی دوسرا موجود ظاہر ہی نہیں ہے تو تمام تشبیہات
تمام حق ہوئے اور حق ان صورتوں سے ظاہر ہوتا ثابت ہوا۔
چنانچہ اسی ہم الظاہر کو سمجھانے اور دکھانے کے لئے کتب و صحائف
نازل ہوئے انبیاء علیہم السلام آئے اور ان کے بعد ان کے تعلیمات کو
ان کے ورثا، خلفاء پیران کبار نے سلسلہ بہ سلسلہ اسی ایمان تحقیقی کو مسلم
تک پہونچایا جیساکہ بیان فرمایا حق تعالیٰ نے اپنے تشبیہات کو اپنے کلام
پاک میں : نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ "میں ہر شخص کے رگِ جان سے بھی قریب تر ہوں"
کیونکہ بظاہر رگ جان جو اس شخص کا ایک عضو ظاہر ہے اس کے اور ا
شخص کے نفس کے درمیان کوئی فصل و بُعد نہیں ہے کیونکہ یہ اسی کا ا
جزو ہے لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ اس سے بھی بہت ہی نزدیک ہے اصل
وہی حقیقت وجود ہے اور وہ شئے اس وجود کے ظہور کی صورت اور ا
ہی فرمایا ہے :-

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ — جدھر تم اپنا پھیرو گے وہیں ذا
حق کو پاؤ گے۔

جو مومن عارف بہ ظہورِ حق ہوگا وہی ہر صورت خلق میں اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق ہی کو مشاہدہ کرے گا۔ و نیز اَللّٰہُ مَعَنَا (اللہ ہمارے ساتھ ہے) سے بھی یہی بات ظاہر ہے اور اسی ظہور کو تفصیلاً و تشریحاً آیات ذیل میں یوں بیان فرمایا :۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ	ہم ابھی دکھادیں گے اپنی نشانیاں
وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ	آفاق میں (یعنی عالم میں) اور ان کے
لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ	نفس میں (یعنی ان کی ذاتوں میں)
یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی	بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا۔
كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ اَلَآ	کہ وہی حق ہے ۝ کیا آپ کے رب کی یہ بات
اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ	کافی نہیں کہ وہ ہر شئی پر حاضر و موجود ہے
رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ	یاد رکھو (اے محمدؐ) کہ وہ لوگ اپنے رب کے
شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝ (پ ۲۵ ع ۱)	دیدار و رویت کے بارے میں شک میں ہیں۔
(تفسیر قادری)	بلاشک وہ ذات ہر شئے پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

احاطہ کا بیان اس شدت سے اس لئے ظاہر فرمایا کہ محاط سے پہلے محیط کا مری ہونا لازمی و بدیہی امر ہے اور فرمایا :۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ	اور یقین لانے والے (مومنین) کے لئے
وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝	زمین میں نشانیاں موجود ہیں اور وہ خود
(پ ۲۶ ع ۱۸)	اپنے آپ میں کیوں نہیں دیکھتے۔ (تفسیر قادری)

آیات متذکرۂ صدر سے صاف ظاہر ہے کہ یقین لانے والوں یعنی محقق

Marfat.com

حاصل کرنے والے مومنین کے لئے زمین یعنی تمام عالم میں نشانیاں (یعنی
صفات جو عین ذات ہیں) موجود ہیں اور وہ خود اپنے آپ میں کیوں نہیں
دیکھتے سے ذات مومن محقق میں دیکھنا اور دیکھنا ثابت ہے اور فرمایا:۔

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ — کیا ان لوگوں نے دلوں میں غور نہیں کیا ک
مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ — اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور جو
وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ — کچھ ان کے درمیان میں ہے نہیں پیدا کیا
وَاَجَلٍ مُّسَمًّی وَاِنَّ كَثِیْرًا — مگر حق کے ساتھ وقت مقرر کے سا
مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ — اور اکثر لوگ اپنے رب کے دیدار کے
لَكٰفِرُوْنَ ○ (پ ۲۱ س روم ع ۱) — قائل نہیں ہیں۔

مخلوق جو دیدار کی قائل ہے اس سے اللہ تعالیٰ خوشنودی کا اظہار
فرمارہا ہے اور فرمایا:۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — اللہ آسمانوں اور زمین کا نور (سبب ظہ
وجود ہے ○ لہٰذا جو شئی موجود ہوگی وہی نظر آئے گی اور فرمایا:

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ — اور وہی اللہ ہے آسمانوں و زمین میں
یعنی آسمانوں اور زمین میں اور اس میں جو بھی شئی ہے اس کے تشکل میں ا
ہی ہے اور کوئی دوسری شئے نہیں اور فرمایا:۔

مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی — اس آیت کی تفسیر میں عین القضاۃ ر
فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی — ہیں۔ ہر کہ اینجا ندید محروم است
وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ○ (پ ۱۵ ع) — در قیامت ز لذت دیدا

Marfat.com

(جو شخص بھی یہاں نہیں دیکھا قیامت میں دیدار کی لذت سے محروم ہوگا)
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (اجب تجھ سے تیرا پردہ اٹھایا جائیگا تو
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ اسوقت تیری نظر تیز ہوگی یعنی جب تہ رہیگا۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا موت سے پہلے اختیاری موت کا مزہ چکھے گا اور تیرے ہونے کا جو تجھے دھوکہ ہے وہ اٹھ جائے گا تو تیری نظر تیز ہوگی اس سے مراد یہ ہے کہ جب ناحق سے نظر بانع ہوگی تو حق نظر آئیگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کے ساتھ ساتھ تشبیہہ بھی ثابت ہوئی اور فرمایا نبی کریم علیہ تحیۃ والتسلیم نے اس خصوص میں :۔

لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔عن ابن عباس متفقہ علیہ ۔ نہیں کوئی الہٰ (یعنی معبود و موجود) تیرا غیر یعنی جو بھی اِلہٰ تیرا غیر ثابت ہے وہ موجودیت میں تیرا غیر نہیں عین ہے ۔ اور فرمایا۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ جو شئی اللہ تعالیٰ سے خلی ہو وہ باطل
بَاطِلٌ ۔ متفق علیہ ۔ یعنی معدوم ہے۔

اور فرمایا حدیثِ قدسی میں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ اور نہیں تقرب حاصل کرتا ہے میرا بندہ
بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا میری طرف ادائی فرائض سے یعنی (قرب
افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ وَمَا فرائض سے) اور ہمیشہ بندہ نزدیک ہوتا
يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ ہے نوافل سے (یعنی قرب نوافل سے) کہ

Marfat.com

اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ عَیْنَہُ الَّتِیْ یُبْصِرُ بِھَا وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَاُذُنَہُ الَّتِیْ یَسْمَعُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَفُؤَادُہُ الَّذِیْ یَعْقِلُ بِھَا وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِھَا (احمد۔ ترمذی۔ طبرانی)	میں جب اس کو دوست رکھتا ہوں تو اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا دل ہوجاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اور اس کی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (روایت کیا اس کو احمد۔ ترمذی۔ طبرانی نے

لیجئے دیدار و شبیہ حق تعالیٰ کی حدیث قدسی کہ مومن عارف خدا کو تنزیہ محض ہونے کی وجہ اگر نہیں دیکھ سکتا ہے تو اپنے ہاتھ و پاؤں کو تو دیکھ سکتا ہے جو مذکورہ اعتبار سے عین اللہ ہیں۔ اور فرمایا۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔ (ترمذی۔ دارمی۔)	میں نے دیکھا اپنے رب کو اچھی صورت میں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی دارمی نے

اور فرمایا:

اِنِّیْ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ شَابٍّ اَمْرَدَ۔	بیشک میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان کی اچھی صورت میں دیکھا۔

اور فرمایا:۔

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ۔ جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق کو دیکھا۔

اور فرمایا۔

اَنَا اَحْمَدٌ بِلَا مِیْمٍ وَ اَنَا عَرَبٌ بِلَا عَیْنٍ ۔ میں احمد ہوں بلا میم کا اور میں عرب ہوں بلا عین کا۔

یعنی میں ہی احمد ہوں اور میں ہی احد ہوں اور میں ہی عرب ہوں اور میں ہی رب ہوں باعتبار وجود کے کیونکہ عبد و رب کا وجود ایک ہی ہے۔ رب کی صورت تنزیہ ہے اور عبد کی صورت تشبیہ اور ظہور عبد میں صورت تنزیہ نے ہی صورت تشبیہ اختیار کی ہے اور اسی خصوص میں فرمایا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ نے اپنے خطبات میں جن کو فتوحات مکیہ اور جواہر الحقایق و اسرار حق نے نقل کیا ہے :-

اَنَا نُقْطَةُ بَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ اَنَا جَنْبُ اللّٰهِ الَّذِیْ فَرَّطْتُمْ فِیْهِ وَ اَنَا الْقَلَمُ وَ اَنَا اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ وَ اَنَا الْعَرْشُ وَ اَنَا الْكُرْسِیُّ وَ اَنَا السَّبْعُ السَّمٰوٰتُ وَ اَنَا الْاَرَضُوْنَ وَ اَنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ۔ الخ

میں نقطہ باء بسم اللہ ہوں میں پہلو ہوں اس اللہ کا جس کے باب میں تم افراط کرتے ہو اور میں ہی قلم اور لوح محفوظ اور عرش و کرسی ہوں اور میں ہی ہوں ساتوں آسمان اور زمین اور میں وہ زندہ ہوں جو نہ مرے گا۔

(خطبات امیر المومنین)

جب مومن محقق ہو جاتا ہے اور آفاق و انفس سے اوس کے حجابات اُٹھنے لگتے ہیں تو وہ سارے عالم میں یہاں تک کہ اپنے آپ میں حق ہی

Marfat.com

حق دیکھتا ہے اور ناحق کا وہم و دوئی کا گمان دور ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ۔ (از اسرار حق) ۔ میں اللہ ہوں۔

اور فرمایا حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے۔

لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہ (از اسرار حق) نہیں میرے جبہ میں مگر اللہ۔

اور فرمایا حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ نہیں کوئی معبود سوا میرے عبادت کرو

سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (از اسرار حق) میری میری شان بڑی ہے۔

اور فرمایا حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے۔

اَنَا اَقُوْلُ وَ اَنَا اَسْمَعُ وَ میں ہی کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں

ھَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ (از اسرار حق) بھلا میرے سوا دو جہاں میں کون ہے۔

اور فرمایا حسین بن منصور حلاج نے۔

اَنَا الْحَقّ (از اسرار حق) میں خدا ہوں۔

اور فرمایا حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے۔

ہر کہ نہ نعرۂ انا الحق زد ہست او از جماعت کفار (از اسرار حق)

(جس نے انا الحق کا نعرہ نہیں لگایا وہ جماعت کفار سے ہے۔)

اور فرمایا حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیریؒ نے

پردۂ ہستی اگر سوزی بنار لا الہ آن زماں بے پردہ بینی نور الا اللہ ما

(لا الہ کی آگ سے اگر اپنی ہستی کے حجاب کو جلائیگا تو تو بے حجاب اسوقت میرے اللہ کے

کو دیکھے گا - اور فرمایا ؎

صفات و ذات چو از ہم جدا نمی بینم ہر کہ مینگرم جز خدا نمی بینم

(صفات و ذات کو جب جدا نہیں پاتے ہیں تو پھر جو بھی دیکھتے ہیں خدا کے سوا نہیں دیکھتے)

اور فرمایا ؎

بخدا غیر خدا در دو جہاں نیست کسے صد دلیل است ولے واقف ازاں نیست کسے

(قسم خدا کی دو جہاں میں کوئی شخص خدا کا غیر نہیں اس کی صدہا دلائل ہیں لیکن کوئی واقف نہیں)

فرمایا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے ؎

آرزو گر بود ت پرتو دیدار خدا زنگ ہستی ببرد دیدۂ معنی بکشا

(اگر تجھے خدا کے دیکھنے کی آرزو ہے۔ ہستی کا زنگ دور کر اور حقیقت کی آنکھ کھول)

تا زخود وا نرہی نیست ترا ہیچ علاج گر کنی طاعت صد سالہ بیک روز ادا

(جبتک تو خودی سے نہ گذرے کوئی علاج نہیں اگر تو سو سالہ ریاضت ایک روز میں کرے تو کوئی فائدہ نہیں)

یک قدم بر سر نفس آرے توانی بنہاد نیست حاجت کہ ریاضت کشے اندر شبہا

(ایک قدم اپنی ہستی پر رکھ اس کے لئے ضروری نہیں کہ تو تمام تمام رات ریاضت کھینچتا ہے)

یعنی اگر تو صد سال طاعت میں رہے بھی تو کوئی فائدہ نہیں تیرے لئے صرف ایک ہی راستہ و علاج ہے کہ اپنی خودی سے گذر جا اور ایک قدم اپنی خودی پر رکھ دے اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ تو تمام تمام رات ریاضتیں کھینچتا رہے اور حضرت خواجہ مسعود بک رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے شیوخ جو خدا کو دیکھتے ہوں نہ دکھاتے ہوں انکی نسبت شیخ سموٰت (یعنی ابلیس لعین) اور ریاجیح زمین (یعنی آدم خور درندے) فرمایا ہے ملاحظہ ہو رباعی :-

آناںکہ ریاضت کش و سجادہ نشین اند
باید کہ خدا را بنمایند و ببینند

(جو لوگ ذاکر و شاغل و سجادہ نشین ہیں۔ انھیں چاہیئے کہ خدا دکھلائیں اور خود بھی دیکھیں)

آناںکہ خدا را نہ نمایند و نہ بینند
آں شیخ سلوات اند و یاجوج زمین اند

(اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کو نہ دکھاتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ وہ ابلیس ہیں اور انسانی درندے ہیں)

اور حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے سوا اپنے کو ہست دیکھنے والے کو کھلم کھلا مشرک کہا ہے۔

ہر کہ او دعویٰ ہستی می کند
آشکارہ بت پرستی می کند

(جو کوئی اپنی ہستی کا دعویٰ کرتا ہے۔ کھلم کھلا بت پرستی کرتا ہے۔)

اور مولانا حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیا و شد

(اسکی غیرت نے جہاں میں کوئی غیر نہیں چھوڑا۔ آخرکار تمام اشیا کا عین ہوگیا)

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابلہاں حیراں کہ آیا حق کجاست
بر زمین است یا کہ او بر خود سماست

(بیوقوف حیراں ہیں کہ حق کہاں ہے وہ زمین پر ہے یا کہ آسمان پر ہے)

یا کہ بر خلد برین است جائے او
یا کہ بر عرش بریں ماوائے او

(آیا اسکی جگہ جنت میں ہے یا کہ وہ عرش بریں پر رہتا ہے۔)

حق توئی حق را تو میجوئی کجا
خویش را بشناس تا یابی خدا

(تو خود حق ہے تو حق کو کہاں ڈھونڈھتا ہے آپنے کو پہچان تاکہ تجھے خدا مل جائے)

(از اسرار حق الیاس برنی)

Marfat.com

اور فرمایا ؎

دیدہ بینا از لقاء حق شود — حق کجا ہمراہ ہر احمق شود

(آنکھیں روشن ہوتی ہیں حق کے دیدار سے اور حق کہاں ہے ہر احمق کے ساتھ)

ہر کہ گوید جملہ حق است احمق است — وانکہ گوید جملہ باطل او شقی است

(جو جملہ حق ہے کہتا ہے وہ احمق ہے اور جو جملہ باطل ہے کہتا ہے وہ شقی ہے)

از رہِ صورت نماید غیر دوست — چوں نظر کردی بمعنی جملہ اوست

(صورت کے اعتبار سے تو دوست کا غیر نظر آتا ہے جب غور کیا جائے تو تمام وہی ہے)

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ امام الطائفہ نقشبندیہ فرماتے ہیں۔

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا	اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر
باللہ ارشاد است باکہ در ہر	جو ارشاد ہے اس طرح پر کہ ہر ایک
طرفۃ العین نفی وجود طبعی می باید کرد	چشم زدن میں نفی وجود طبعی کی جائے
و اثبات واجب الوجود جل ذکرہ کہ	اور اثبات واجب الوجود جل ذکرہ کہ
کہ وُجُوْدُكَ ذَنْبٌ لَا یُقَاسُ	تیرا وجود گناہ ہے اور قیاس میں نہیں
بِهَا ذَنْبٌ۔	آتا اس سے بڑا گناہ۔ (انوار حق)

یعنی جو گناہ اتنا بڑا ہو کے قیاس میں نہ آسکے وہ گناہ شرک ہے کہ اس سے بڑا کوئی گناہ ہی نہیں اس گناہ سے بچنا لازمی فرمایا اور حضرت سید الطائفہ خواجہ باقی باللہؒ جو پیر و مرشد ہیں مجدد صاحب کے فرماتے ہیں۔ ؎

"اول اوست آخر اوست — اول وہی ہے آخر وہی ہے

ظاہر اوست باطن اوست	ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے
مطلق اوست مقید اوست	مطلق وہی ہے مقید وہی ہے
کلی اوست جزئی اوست	کلی وہی ہے جزئی وہی ہے
منزہ اوست مشبہ اوست	منزہ وہی ہے مشبہ وہی ہے
بلکہ ہمہ اوست ہمہ اوست"	بلکہ تمام وہی ہے تمام وہی ہے

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں۔

"توحیدے کہ در اثناء راہ ایں	جو توحید کہ اس جماعت کے راستہ
طائفہ را دست مید ہد دو قسم	میں مدد دیتی ہے دو قسم کی ہے
است توحید شہودی و توحید	ایک توحید شہودی اور دوسری
وجودی۔ توحید شہودی یکے	توحید وجودی۔ توحید شہودی ایک
دیدن است۔ یعنی شہود	دیکھنا ہے یعنی سالک کی نظر میں ایک
سالک جز یکے نباشد و توحید	کے سوا کچھ نظر نہ آئے اور توحید
وجودی یک موجود دانستن	وجودی ایک موجود جانتا ہے اور
و غیر اورا معدوم انگاشتن	اس کے غیر کو معدوم سمجھنا ہے
باوجود عدمیت مجالی و مظاہر	باوجود عدمیت اس کے مجالی و
آں یکے پنداشتن پس توحید	مظاہر کے ایک ہی گمان کرنا پس
وجودی از قبیل علم لیقین آمد	توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے
و توحید شہودی از قسم	ہے اور توحید شہودی از قسم
عین الیقین و توحید شہودی	عین الیقین سے اور توحید شہودی

"از ضروریات ایں راہ است چہ فنا بے ایں توحید متحقق نمی شود و عین الیقین بے آں میسر نمی شود"

(جلد اول مکتوب ۴۳)

اس راستہ کے ضروریات سے ہے کیونکہ مرتبہ فنا بغیر اس توحید کے حاصل نہیں ہوتا اور عین الیقین بغیر اس توحید (وجودی) کے میسر نہیں ہوتا

(ترجمہ جلد اول مکتوب ۴۳)

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے توحید وجودی کو لازمی گردانا توحید شہودی کے لئے اور توحید شہودی میں حق کو دیکھنے کی شرط لگا دی۔ لٰہذا دیدارِ حق لازمی ولابدی ہوا حصولِ توحید کے لئے اور یہی حق بات ہے جو مجددی کا ایمان ہونا چاہیئے۔ اور فرمایا شاہ عبدالرحیم نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے جو شاہ ولی اللہ نقشبندی محدث دہلوی کے والد ہیں۔

"اگر بالا نظر کنی ہمہ اللہ است
اگر پائیں نظر کنی ہمہ اللہ است
اگر راست بینی ہمہ اللہ است
اگر چپ بینی ہمہ اللہ است
واگر در خود نظر کنی ہمہ اللہ است
ہمہ حرکات وارادت منجانب اللہ است
پس ہمیشہ دریں نسبت کوشش
وخود را از نظر خود بپوشش"

اگر اوپر دیکھے تو تمام اللہ ہے اور
اگر نیچے دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اور اگر سیدھے دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اگر بائیں دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اور خود میں دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اور حرکات وارادت تیرے منجانب اللہ ہے
پس ہمیشہ اسی خصوص میں کوشش
کر اور خود کو اپنی نظر سے پوشیدہ کر دے۔

اس فقیر سراپا تقصیر نے بھی اپنی ایک غزل کے مقطعہ میں اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے ملاحظہ ہو:- منم کہ واصلِ ذات خودم بصورت غیر - منم کہ بصورتِ بندہ نما خدا ایجا است

مزید برآں حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی ایسی تشریح فرمائی ہے کہ کوئی کنہ و دقیقہ نہیں چھوڑا فرماتے ہیں :-

وَالرَّابِعَةُ اَنْ لَا يَرٰى فِى الْوُجُوْدِ اِلَّا وَاحِدًا۔ وَالرَّابِعُ مُوَحِّدٌ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ لَمْ يَحْضُرْ فِىْ شُهُوْدِهٖ غَيْرُ الْوَاحِدِ فَلَا يَرَى الْكُلَّ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ كَثِيْرًا بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ وَاحِدٌ وَهٰذِهٖ هِىَ الْغَايَةُ الْقُصْوٰى فِى التَّوْحِيْدِ مُجَرَّدُ الْاِعْتِقَادِ مِنْ غَيْرِ كَشْفٍ كَثِيْرُ النَّفْعِ بِالْاِضَافَةِ اِلٰى مُجَرَّدِ نُطْقِ اللِّسَانِ نَاقِصُ الْقَدْرِ بِالْاِضَافَةِ اِلَى الْكَشْفِ وَالْمُشَاهَدَةِ الَّتِىْ تُحْصَلُ بِانْشِرَاحِ الصَّدْرِ وَانْفِسَاحِهٖ وَاِشْرَاقُ نُوْرِ الْحَقِّ فِيْهِ وَنَقُوْلُ هٰهُنَا نَظَرَانِ نَظَرٌ

(اور توحید کا) چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات واحد و یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے۔ اور یہ چوتھا اس نظر سے موحد ہے کہ اس کے مشاہدہ میں بجز واحد و یکتا کے اور کوئی نہیں آتا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہیں دیکھتا بلکہ واحد کی راہ سے دیکھتا ہے اور یہی توحید کی انتہائی منزل ہے صرف اعتقاد بدوں کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے مگر کشف مشاہدہ کی نسبت جو سینہ کی کشادگی اور نور حق کی اس میں تابش سے حاصل ہوتا ہے اس کی قدر کم ہے۔ (اس باب میں دو اعتبار ہیں) ایک اعتبار تو صرف توحید وحدت وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر و مشکور محب و محبوب

Marfat.com

بعَيْنِ التَّوحيدِ المحضِ وهذا
النظرُ مَنْ يَعرِفُكَ قطعًا أنَّهُ
الشاكرُ وأنَّهُ المشكورُ وأنَّهُ
المحِبُّ وأنَّهُ المحبوبُ وهذا
النظرُ مَنْ عرفَ أنَّهُ ليسَ في
الوجودِ غيرُهُ وأنَّ كلَّ شيءٍ
هالكٌ إلَّا وجهَهُ ۔ وأنَّ ذلكَ
صدقٌ في كلِّ حالٍ أزلًا وأبدًا۔
أي فنا عن نفسهِ وعن
غيرِ اللهِ فلم يرَ إلَّا اللهَ
تعالى فمن لم يفهم هذا
ينكرُ عليهم ويقولُ كيفَ
فني وطولُ ظلِّهُ أربعةُ
أذرعٍ ولعلَّهُ يأكلُ في كلِّ
يومٍ أرطالًا من الخبزِ
فيضحكُ عنهمُ الجهّالُ
لجهلهم بمعاني كلامهم
وضرورةُ قولِ العارفين
أن يكونوا أضحكةً للجاهلين

ایک ہی چیز ہیں اور یہ نظر ایسے لوگوں
کی ہے جو جانتے ہیں کہ سوائے خدا تعالیٰ
کے اور کوئی معبود نہیں

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ
إِلَّا وَجْهَهُ

ان کے دل میں ٹھنی ہے اور اس
بات کو ہر حال میں ہر زمانہ میں ازلاً
ابداً سچ جانتے ہیں۔

سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے فانی
ہو کر سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کچھ
نہیں دیکھتا جس شخص کی فہم میں یہ
بات نہیں آتی وہ اس حالت کا انکار
کرتا ہے اور کہتا ہے بھلا جس شخص کا سایہ
چار ہاتھ لانبا ہو اور دن بھر میں سیروں
روٹیاں چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے
ہو جاتا ہے اور باتیں جہالت کی کہکر
ان پر ہنستے ہیں ان کی تقریر کی معانی
نہیں سمجھتے۔ عارفوں کے لئے یہ ضروری
ہے کہ جاہلوں کے لئے باعثِ خندہ بنیں۔

Marfat.com

وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى
إِنَّ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوْا كَانُوْا
مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ
وَإِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ
وَإِذَا انْقَلَبُوْا إِلٰى أَهْلِهِمُ
انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ وَإِذَا
رَأَوْهُمْ قَالُوْا إِنَّ هٰؤُلَاءِ
لَضَالُّوْنَ وَمَا أُرْسِلُوْا
عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ ثُمَّ
بَيَّنَ إِنَّ ضَحِكَ الْعَارِفِيْنَ
عَلَيْهِمْ غَدًا أَعْظَمُ إِذْ
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ
آمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ
عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝

النَّظَرُ الثَّانِيْ - نَظَرَ
لَمْ يَبْلُغْ إِلٰى مَقَامِ الْفَنَا
عَنْ نَفْسِهٖ وَهٰؤُلَاءِ قِسْمَانِ
قِسْمٌ لَمْ يُثْبِتُوْا إِلَّا وُجُوْدَ
أَنْفُسِهِمْ وَأَنْكَرُوْا أَنْ يَكُوْنَ

اور اس کی طرف اشارہ ہے
اس آیۃ میں "وہ گنہگار ہیں وہ
تھے ایمان والوں پر ہنستے اور گذرتے
ان کے پاس سے تو آپس میں اشارے
کنائے کرتے اور جب پھر کر جاتے اپنے
گھر اور جب ان کو دیکھتے دیکھتے بیشک
یہ لوگ بہک رہے ہیں حالانکہ وہ
(ہنسنے والے) ان پر نگہبان بنا کر
نہیں بھیجے گئے" پھر فرمایا (امام صاحب نے)
کہ عارفوں کا ہنسنا ان کے خندہ سے
بڑھ کر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ
"ولو" آج ایمان والے منکروں
پر ہنستے ہیں تخت پر بیٹھے دیکھتے
ہیں ۔

دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وجود کی طرف
نظر مذکور بالا سے نہ دیکھا جائے
پس جو لوگ اس مرتبہ پر نہیں پہنچے
ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ
ہے کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو

لَهُمْ رَبٌّ بَعِيدٌ وَهُوَ لَاهُمُ
الْعُمْيَانُ الْمَنْكُوسُونَ وَعَمَا
هُمْ فِي كِلْتَا الْعَيْنَيْنِ لِأَنَّهُمْ
نَفَوْا مَا هُوَ الثَّابِتُ تَحْقِيْقًا
وَهُوَ الْقَيُّوْمُ الَّذِيْ هُوَ قَائِمٌ
بِنَفْسِهٖ وَقَائِمٌ عَلٰى كُلِّ
نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَكُلّ
قَائِمٍ فَقَائِمٌ بِهٖ وَلَمْ
يَقْتَصِرُوْا عَلٰى هٰذَا حَتّٰى
اَثْبَتُوا اَنْفُسَهُمْ وَلَوْ عَرَفُوْا
لَعَلِمُوْا اَنَّهُمْ مِنْ حَيْثُهُمْ
ثَبَاتَ لَهُمْ وَلَا وُجُوْدَ لَهُمْ
وَاِنَّمَا وُجُوْدُهُمْ مِنْ حَيْثُ
اَوْجَدَ وَلَا مِنْ حَيْثُ وَجَدَ
وَاَوْ فَرَّقَ بَيْنَ الْمَوْجُوْدِ
وَبَيْنَ الْمُوْجِدِ وَلَيْسَ فِي
الْوُجُوْدِ اِلَّا مَوْجُوْدٌ وَاحِدٌ
وَمُوْجِدٌ فَالْمَوْجُوْدُ حَقٌّ
وَالْمُوْجِدُ بَاطِلٌ مِنْ

موجود ہی نہیں مانتے اور اس بات
کو بُرا جانتے ہیں کہ ان کا کوئی معبود
ہو ایسے لوگ بالکل اوندھے اور
دونوں آنکھوں کے اندھے ہیں
اوندھے اور اندھے اس جہت سے
ہیں کہ جو چیز کہ تحقیقاً ثابت تھی
یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہے
اور ہر ایک شخص کے اعمال کا قائم رکھنے
والا ہے اور جتنی چیزیں موجود ہیں
اس کو نہ مانا اور ان لوگوں نے
اسی پر اختصار نہ کیا بلکہ اس کے
مقابل میں اپنے نفسوں کو قائم بالذات
ٹھہرایا اور اگر وہ سوچتے تو معلوم
ہوتا کہ نہ کچھ قیام ہے نہ وجود ان کا
وجود اس لئے ہے کہ دوسرے نے
ان کو ایجاد فرمایا ہے اپنے آپ سے
موجود نہیں ہوئے اور ظاہر ہے کہ
موجود اور ایجاد کی ہوئی چیزوں
میں بہت فرق ہے اور موجود

Marfat.com

حَیْثُ هُوَ هُوَ وَالْمَوْجُوْدُ
قَائِمٌ وَقَیُّوْمٌ وَالْمُوْجَدُ
هَالِكٌ وَفَانٍ وَاِذَا كَانَ
كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ
فَلَا یَبْقٰی اِلَّا وَجْهُ
رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ ۔
اَلْفَرِیْقُ الثَّانِیْ لَیْسَ
بِهِمْ اَعْمٰی وَلٰكِنْ بِهِمْ عَوَرٌ
لِاَنَّهُمْ یُبْصِرُوْنَ بِاَحَدِیِ
الْعَیْنَیْنِ وُجُوْدَ الْمَوْجُوْدِ
الْحَقِّ فَلَا یُنْكِرُوْنَهٗ وَالْعَیْنِ
الْاُخْرٰی اِنْ ثُمَّ عَمَاهَا لَمْ
یُبْصِرْ بِهَا فَنَاءَ غَیْرِ الْمَوْجُوْدِ
الْحَقِّ فَاَثْبَتَ مَوْجُوْدًا اٰخَرَ
مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَهٰذَا مُشْرِكٌ
تَحْقِیْقًا كَمَا اَنَّ الَّذِیْ
قَبْلَهٗ جَاحِدٌ تَحْقِیْقًا فَاِنْ
جَاوَزَ حَدَّ الْعَمٰی اِلَی الْعَمٰی

وہ ہی چیزیں ہیں یا موجود کیا یا
ایجاد کی ہوئی اشیا جن میں سے
موجود حق ہے اور ایجاد کی ہوئی چیزیں
بذات خود باطل اور موجود حقیقی قائم
اور قیوم ہے اور ایجاد کی ہوئی چیزیں
ہالک و فانی ہیں یہاں تک کہ جب کوئی
بھی نہ رہے گا تب ذات پاک ہی رہیگی
دوسری قسم کے لوگ اندھے
تو نہیں مگر کانے ہیں یعنی ایک آنکھ
سے وجود موجودِ حقیقی کا دیکھتے ہیں
اس کے منکر نہیں مگر دوسری آنکھ
بالکل چوپٹ ہے یہ نہیں سوجھتا
کہ سوائے معبود برحق کے
اور سب فانی ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ
کے ساتھ دوسرے کو بھی موجود ثابت
کرتے ہیں یہ لوگ مشرک ہیں جیسے کہ
اول والے منکر تھے اور اگر دوسری
آنکھ میں بینائی ہوئی تو چوندھے ہوگئے
اس بینائی کے باعث دونوں موجود

اَدْرَكَ تَفَاوُتًا بَيْنَ الْمَوْجُوْدَيْنِ
فَاَثْبَتَ عَبْدًا وَّ رَبًّا
فَبِهٰذَا الْقَدْرِ مِنْ اِثْبَاتِ
التَّفَاوُتِ وَالْبَعْضِ مِنَ الْوُجُوْدِ
الْاٰخِرِ دَخَلَ فِيْ حَدِّ التَّوْحِيْدِ
ثُمَّ اِنْ كَحَلَ بَصَرَهٗ بِمَا يُرِيْدُ
فِيْ اَنْوَارِهٖ فَيَقِلَّ عَمَشُهٗ
وَبِقَدْرِ مَا يَزِيْدُ فِيْ بَصَرِهٖ
يَظْهَرُ لَهٗ نُقْصَانُ مَا اَثْبَتَهٗ
سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ لَقِيَ
فِيْ سُلُوْكِهٖ كَذٰلِكَ فَلَا
يَزَالُ يَقْضِيْ بِهِ النُّقْصَانُ
اِلَى الْمَحْوِ فَيَنْمَحِيْ عَنْ
رُؤْيَتِهٖ مَا سِوَى اللّٰهِ فَلَا
يَرَى اِلَّا اللّٰهُ فَيَكُوْنُ قَدْ
بَلَغَ كَمَالَ التَّوْحِيْدِ وَ
حَيْثُ اَدْرَكَ نُقْصَانًا فِيْ
وُجُوْدِ مَاسِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى
دَخَلَ فِيْ اَوَائِلِ التَّوْحِيْدِ

ہیں فرق ثابت کرتے ہیں ایک
کو رب اور ایک کو بندہ کہتے
ہیں اور اس قدر تفاوت ثابت
کرتے ہیں اور دوسرے موجود کو
ناقص سمجھنے سے حد توحید میں
داخل ہوجاتے ہیں گو پورے
موحد نہیں ہوتے پھر اگر آنکھ میں
سرمہ لگایا جائے اور چندھیا پن
کم ہو تو جتنا نور بڑھتا جائے گا۔
اتنا ہی وجود ماسویٰ اللہ کا کم
ہوتا جائے گا اور اگر سلوک
راہِ معرفت میں یہی حال رہا تو
کم ہوتے ہوتے دوسرا وجود محو
ہوجائے گا اور خدا کے سوا کچھ نہ
دیکھے گا اس وقت پوری توحید
کا رتبہ حاصل ہوگا۔ اور جہاں سے
دوسرے وجود کو ناقص سمجھا تھا وہ
ابتدائی توحید تھی اور ان دونوں
مرتبوں کے درمیان درجات بے انتہا

وَبَیْنَھُمَا دَرَجَاتٌ لَا تُحْصٰی
فِیْھَا بتفاوت دَرَجَاتِ
اَلْمُوَحِّدِیْنَ وَکُتُبُ اللّٰہِ
المُنْزَلَۃِ علیٰ السنۃ
رُسُلِہٖ ھِیَ الکحلُ الَّذِیْ
بِہٖ یُحْصَلُ اَنْوَارُ الاَبْصَارِ
وَالْاَنْبِیَآءِ ھُمُ الکحالُوْنَ
قَدْ جَآؤُا دَاعِیْنَ اِلَی التوحید
اَلمحضِ وَتَرْجَمَۃُ قَوْلُ لَا اِلٰہ
اِلَّا اللّٰہ وَمَعْنَاہُ اَنْ لَا یَرٰی
اِلَّا الْوَاحِدَ الحق الخ

(از اسرار حق)

ہیں اور اسی سے درجات موحدین
کے مختلف ہوتے ہیں اور جس سرمہ
سے کہ نور بصر زیادہ ہوتا ہے
وہ خدا کی کتابیں ہیں جو اپنے
رسولوں پر نازل کی ہیں اور پیغمبر
(یا ان کے نائب) سرمہ لگانے والے
ہیں کہ سب کو توحید محض کی طرف
لے جاتے ہیں جس کا مضمون
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں موجود ہے
یعنی اس کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے
خدا تعالیٰ واحد برحق کے کچھ نہ دیکھے۔

آیات واحادیث واقوالِ متذکرہٗ بالا سے صاف طور پر یہ بات ثابت ہوچکی کہ اس مسئلہ کی تحقیق ذوقی شوقی نہیں بلکہ فرض عین ہے اس لئے کہ کلی تشریک سے توبہ کرکے ایمان حاصل کرنا ہر مسلم مکلف پر فرض ہے ("لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا" اور "لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ" اس پر دال ہیں) اور ایمان کے لئے تصدیق قلبی لازمی اور تصدیق قلبی کے لئے معرفت حق ضروری اور وہ معرفت ظن وتقلید سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے تحقیق لابدی ہے اور تحقیق کے لئے یافت بصیرت اور یافت

Marfat.com

بصیرت کے لئے دو صورتیں ہیں پہلی صورت چونکہ بندہ مشبہ و مقید ہے اور حق تعالیٰ منزہ و لاحد اس لئے بندہ کو بھی اپنا تقید برخاست کرنا ہوگا تاکہ لاتعین لاتعین ذات کو دیکھ سکے جیسا کہ فرمایا نبی کریمؐ نے:

رَأَیْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ ۔ (دیکھا میں نے رب سے رب کو)

پھر بھی بات رہ جائیگی کیونکہ جب تقید عبدی محقق کا برخاست ہوجائیگا تو لاتعین ذات رب کی باقی رہے گی (کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ) جو لاتعین حق کو دیکھے گی۔ اگر حق نے حق کو دیکھ بھی لیا تو اس بندہ کو کیا فائدہ اس لئے لاحد و لاتعین سے لاحد و لاتعین کی یافت و عدم یافت تعین کے لئے برابر ہوئی۔ اب رہی دوسری صورت یہ کہ حق تعالیٰ کو تشبیہات میں پانا ہوگا تاکہ مقید مقید کو دیکھ سکے اس کے لئے بصیرت یا مدرکہ مجبور ہے اپنے آلہ بصر کو کام میں لانے پر پس بصر یعنی سر کی آنکھ سے اشیاء کی صورتوں میں حق کو دیکھنا ہوگا تاکہ بصارت سے بصیرت مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا لطف لے سکے اور یہ صورت رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ سے ثابت ہے۔ اس طرح دیدار سے مدرکہ کا ادراک و بصیرت کی یافت معرفت کی تحقیق و قلب کی تصدیق ساری شرطیں پوری ہوکر اسلام سے مسلم ایمان تک پہونچ کر مرد مومن ہوجاتا ہے اور عبادات و طاعات ظنی و تقلیدی سے گذر کر حقیقی و تحقیقی کا حامل عابد و عارف کہلاتا ہے۔ اس مقالہ میں فقیر نے کوئی بات اپنے

Marfat.com

جانب سے نہیں کہی ہے اللہ تعالیٰ اور اللہ والوں کے ہی کلام کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس پر بھی اگر کوئی حقیقت سے اغماز کرے تو بقولِ مولانا ؎

رومی سخن کفر نہ گفتست و نہ گوید ۔ منکر مشوید ش
کافر شود آں کس کہ بانکار بر آمد ۔ مردود جہاں شد

وہ اپنے کردار کا آپ ذمہ دار ہے :

آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ آمین ثم آمین۔

Marfat.com